نام کتاب	زبان	صفحات	طباعت	مؤلف
۲۵۶۔ ہجرت ضرورت جاوداں تکامل	فارسی	۱۴۴	قم	علی منذر
۲۵۷۔ ہدی النبیؐ	عربی	۲۵۹	مصر	نورالدین مختر
۲۵۸۔ ہذا رسول اللہؐ	"	۸۸	نجف	مجتبیٰ الحسینی
۲۵۹۔ ہمسران رسولِ خداؐ	فارسی	۹۵	قم	عقیقی بخشائشی

مذکورہ بالا کتب کے علاوہ اردو، فارسی، عربی، انگریزی میں بے شمار کتابیں ہیں ـــ جو سرکار دو عالمؐ کی حیات طیبہ سے متعلق لکھی گئی ہیں جن کی مکمل فہرست مرتب کی جائے تو ایک ہزار سے زیادہ یقینی ہو جائے گی ـــ اور حقیقت بھی یہ ہے کہ عالم اسلام میں اس سے اہم تر موضوع کیا ہو سکتا ہے کہ سرکار دو عالمؐ کی حیات طیبہ کے مختلف گوشوں کو اُجاگر کیا جائے اور امت اسلامیہ کے لیے ایک لائحۂ عمل اور دستور حیات تیار کیا جائے۔

حقیر کے قلم سے بھی اس موضوع پر چند رسالے اور کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں۔ رب کریم سے التماس ہے کہ اس خدمت کے دوام و استمرار کی توفیق کرامت فرمائے۔

والسّلام علی من اتبع الھدیٰ

نقشِ
حیات حضرت علیؑ بن ابی طالب

ولادت ۱۳ رجب ۳۰ عام الفیل

شہادت ۲۱ رمضان ۴۰ھ

نقشِ زندگانی حضرت امیرالمومنین علیہ السّلام

۳۰ عام الفیل جب سرکارِ دو عالمؐ کی عمر مقدس ۳۰ سال کے قریب تھی اور اعلان رسالت کے لمحات قریب تر ہوتے جا رہے تھے۔ اسلام کو ایک عظیم مددگار اور رسول اکرمؐ کو دعوت دین کے لیے ایک بے نظیر موید کی ضرورت تھی ــــ رب العالمین نے جناب ابوطالب کو ایک ایسا فرزند عنایت فرمایا جس کی ولادت کا انداز تمام دوسری اولاد سے بالکل مختلف تھا۔ اب تک تمام فرزند اپنے گھر میں پیدا ہو رہے تھے یہاں تک کہ خود سرکار دو عالمؐ کی ولادت بھی شعب ابی طالب میں ہوئی تھی ـــ لیکن جب اس فرزند کی ولادت کا وقت قریب آیا تو جناب فاطمہ بنت اسد نے محلہ یا خاندان کی عورتوں کو مدد کے لیے طلب کرنے کے بجائے خود خانۂ خدا کا رُخ کیا اور بروایت یزید بن قعنب اپنے شکم اقدس کو دیوارِ کعبہ سے مَس کر کے دعا کی کہ "خدایا میں تجھ پر اور تیرے رسولوں پر اور تیری کتابوں پر ایمان رکھتی ہوں۔ میں اپنے جد ابراہیم خلیلؑ کی تصدیق کرنے والی ہوں۔ تجھے اس گھر، اس کے بانی اور اس مولود کا واسطہ جو میرے شکم میں ہے میری اس مشکل کو آسان کر دے"۔ جس کے بعد دیوارِ کعبہ شگافتہ ہو گئی اور جناب فاطمہ بنت اسد خانۂ کعبہ کے اندر داخل ہو گئیں اور جناب ابوطالب کے اس عظیم فرزند کی ولادت ہوئی۔ جناب فاطمہ تین دن خانۂ کعبہ میں مقیم رہیں اور آخر میں باہر آئیں تو رسول اکرمؐ استقبال کے لیے آئے اور بچہ کو گود میں لیا تو بچہ نے آنکھیں کھول دیں فرمایا کہ "تو نے اپنی نگاہوں کے لیے میرا انتخاب کیا ہے اور میں نے اپنے علم کے لیے تیرا انتخاب کیا ہے ـــ اور اس طرح بنت اسد کے ایمان، ابوطالب کے شرف، فرزند کے کمالات اور نبوت کے اعزاز کا مکمل اعلان ہو گیا۔

ابتدائی طور پر ماں نے حیدر نام پسند کیا، باپ نے اسد قرار دیا اور اہلِ خاندان نے زید نام رکھنا چاہا لیکن ابوطالب کی دعا پر آسمان سے ایک تختی نازل ہوئی جس پر مرقوم تھا کہ "اس کا نام

نامِ خدا پر علیؑ رکھو، تاکہ نامِ خدا کی برکت سے اس کی بلندی برقرار رہے اور اس کی بقا سے نام خدا کی بقا وابستہ رہے"۔

ـ آپ کے القاب بے شمار ہیں جن میں عالم اسلام کا پسندیدہ ترین لقب "کرّم اللہ وجہہ" ہے، جو اس امر کی علامت ہے کہ عالمِ اسلام میں آپ کی تنہا ذات گرامی ہے جس نے بُتوں کے آگے سجدہ نہیں کیا۔ اور خود مولائے کائنات کا محبوب ترین لقب "ابوتراب" تھا۔ جس سے آپ کی عظمت اور خاکساری دونوں کا اظہار ہوتا تھا۔

تربیت کا کام خانۂ کعبہ ہی سے رسول اکرمؐ نے سنبھال لیا تھا اور وہی خانۂ خدا سے گھر لے گئے تھے جب کہ بظاہر ابوطالب کو خبر بھی نہیں تھی۔ اس کے بعد آپ نے مسلسل اپنے ساتھ رکھا اور اپنے کمالات کا مخزن و مصدر قرار دیتے رہے یہاں تک کہ اپنے کو شہر علم اور علیؑ کو اس کا دروازہ قرار دیدیا۔ ـــ معنوی رشتہ کے علاوہ بھی ابوطالب کے قلیل المال اور کثیر العیال ہونے کی بنا پر جب ان کی اولاد کی کفالت کا کام تقسیم کیا گیا تو آپ نے علیؑ کو اپنے حصہ میں لے لیا اور اس طرح شب و روز اپنے ساتھ رکھا اور کبھی "زقّنی رسول اللہ زقّاً" کا مرقع پیش کیا اور کبھی "کنت اتبعه اتباع الفصیل لامه" کا منظر نمایاں کیا۔

رسول اکرمؐ کے زیر سایہ دس سال گذر گئے تو وحی الٰہی نے بعثت کا اعلان کرایا ـــ اور اب رسول اکرمؐ کو واقعتاً ایک مددگار کی ضرورت پیش آئی۔ اُدھر جناب ابوطالب نے اپنی اولاد جعفر اور علیؑ دونوں کو یہ تاکید کر رکھی تھی کہ منزلِ عبادت میں بھی اپنے ابن عم کا ساتھ نہ چھوڑیں اور دونوں فرزند برابر باپ کی نصیحت پر عمل کرتے رہے۔

تین سال کی خفیہ تبلیغ کے بعد جب اہلِ عشیرہ و قبیلہ کو دعوت دینے کا حکم آیا تو رسولِ اکرمؐ نے حضرت علیؑ کو ہی حکم دیا کہ دعوت کا انتظام کریں اور قبیلہ والوں کو مدعو کریں۔ چنانچہ حضرت علیؑ نے اس فرض کو انجام دیا اور ۴۰ افراد کو مدعو کر لیا۔ کھانے کے بعد جب پیغام پیش کرنے کا وقت آیا تو ابوجہل نے جادوگری کا شاخسانہ چھیڑ دیا اور بھاگنے لگے۔ آپ نے دوسرے دن کے لیے پھر مدعو کر دیا اور آخر کار اپنا اعلان پیش کر دیا جس کے لیے ناصر و مددگار کا مطالبہ بھی کیا اور وصایت و وزارت کا وعدہ بھی کیا لیکن کسی نے بھی ساتھ نہ دیا صرف حضرت علیؑ نے تائید و تصدیق کا اعلان کیا جس پر آپ نے ان کی وصایت

و وزارت و خلافت کا پہلا اعلان کر دیا اور ابوطالب کو ان کے احسانات کا پہلا صلہ مل گیا۔

واضح رہے کہ اس دعوت اول میں نہ اسلام کے مشہور و معروف افراد دعوت دینے والوں میں تھے اور نہ شرکت کرنے والوں میں ــ اور نہ تائید و تصدیق کرنے والوں میں ــ یہ تو تاریخ کی کرامت ہے کہ جن کا کہیں وجود نہ تھا۔ وہ ذمہ داری اسلام میں اول ہو گئے اور جس نے سب سے پہلے اس بوجھ کو سنبھالا تھا اسے آخر بنا دیا گیا اور آخر بھی صحیح معنوں میں نہیں تسلیم کیا گیا۔

اس کے بعد عمومی دعوت کا مرحلہ سامنے آیا تو علیؑ حسب وعدہ رسول اکرمؐ کے ساتھ رہے۔ یہاں تک کہ شعب ابی طالب کی سہ سالہ زندگی میں بھی ابوطالب کا مستقل طریقہ یہ رہا کہ رات کے وقت رسولؐ کو ہٹا کر ان کی جگہ پر علیؑ کو لٹا دیتے تھے تاکہ شب کے وقت حملہ ہو جائے تو میرا بیٹا قربان ہو جائے لیکن رسول اکرمؐ کو کوئی نقصان نہ پہونچے اور اس طرح فداکاری اور جاں نثاری علیؑ کی زندگی کا امتیاز بن گئی اور قدرت نے ابوطالبؑ کی وفات کے بعد بھی شب ہجرت تک اسی انداز قربانی کو برقرار رکھا اور اپنے رسولؐ کو اسی انداز سے بچایا جس کی طرح روز اول ابوطالب نے ڈالی تھی اور جو طریقہ تاریخ میں ابوطالب کے اولیات میں شامل تھا۔

شعب ابی طالبؑ کی تین سالہ مسلسل زحمتوں کے نتیجہ میں سنہ بعثت میں ابوطالب نے انتقال فرمایا، جن کے انتقال پر رسول اکرمؐ نے جنازہ میں شرکت بھی کی اور نوحہ بھی پڑھا اور ان کے احسانات کا تذکرہ بھی کرتے رہے۔ اور حضرت علیؑ کی ذمہ داریوں میں مزید اضافہ ہو گیا کہ باپ کا کام بھی فرزند ہی کے ذمہ آگیا اور حضرت علیؑ اسے بھی بخوبی انجام دیتے رہے۔ اُدھر جناب خدیجہ کا بھی انتقال ہو گیا جو اسلام کی پہلی محسنہ اور خواتین میں پہلی مومنہ اور حضرت علیؑ کے ساتھ نماز جماعت میں شرکت کرنے والی پہلی عبادت گذار خاتون تھیں۔

پیغمبرؐ کے دو مددگاروں کے ایک ساتھ انتقال کر جانے کے بعد قدرت نے ہجرت کا حکم دے دیا اور سنہ ۱۳ بعثت میں رسول اکرمؐ نے مکہ سے مدینہ کا رخ کیا۔ اس موقع پر حکم خدا سے حضرت علیؑ کو اپنے بستر پر لٹا دیا اور وہ رات بھر چین سے تلواروں کی چھاؤں میں سوتے رہے جس سونے کو خدا نے اپنی مرضی کے عوض خرید لیا اور حضرت علیؑ کو تاریخ میں ایک نیا امتیاز حاصل ہو گیا۔

رسول اکرمؐ کی ہجرت کے بعد حضرت علیؑ نے تمام کفار کی امانتوں کو واپس کیا اور فاطمہؑ

بنت پیغمبرؐ، فاطمہ بنت اسد اور فاطمہ بنت زبیر جیسی محترم خواتین کا قافلہ لے کر مدینہ کی طرف چلے۔ راستہ میں کھسیائے ہوئے کفار نے مزاحمت کی اور آپ نے شدید مقابلہ کر کے اپنے کو رسول اکرمؐ تک پہونچا دیا۔

اُدھر رسول اکرمؐ مدینہ کے باہر آپ کا انتظار کر رہے تھے اور آپ کے بغیر مدینہ کے محاذ پر تبلیغ کا کام نہیں شروع کرنا چاہتے تھے۔ چنانچہ آپ کے آنے کے بعد اسلام کی پہلی مسجد کی تعمیر کا کام انجام پایا جو حضرت علیؑ کے ہاتھوں انجام پایا اور خدا کے فضل سے تمام مسلمان اس میں نماز ادا کرنے کو بہترین کار خیر تصور کرتے ہیں اور ابھی تک اسے کسی تعصب کا نشانہ نہیں بنایا گیا۔

مدینہ میں مستقر ہونا تھا کہ کفار مکہ کی طرف سے مزاحمت شروع ہو گئی اور آپ نے جواب دینا شروع کر دیا لیکن بڑا معرکہ بدر کے میدان میں پیش آیا جہاں مدینہ سے تقریباً ۷۰ میل دور لشکر اسلام میں ۳۱۲ نہتے افراد تھے اور لشکر کفار میں ۹۵۰ مسلح سپاہی۔ رات کے وقت مسلمان پیاسے ہوئے تو بدر کے کنویں سے پانی لا کر سارے لشکر کو آپ ہی نے سیراب کیا جس پر جبرئیل و میکائیل و اسرافیل نے ایک ایک ہزار فرشتوں کے ساتھ آپ کا استقبال کیا اور آپ کو سلام کیا۔

۱۷ رمضان سنہ ۲ھ کو یہ معرکہ پیش آیا تو جنگ کے خاتمہ پر ۷۰ کفار قتل ہوئے اور ۷۰ اسیر ہوئے۔ ان مقتولین میں سے ۳۵ تنہا حضرت علیؑ کے مارے ہوئے تھے اور ۳۵ کے قتل میں آپ کی امداد شامل تھی۔ اگرچہ مسلمانوں کا یہ عالم تھا کہ فرشتوں کی امداد کا وعدہ نہ ہو جاتا تو شائد کوئی ثابت قدم نہ رہ سکتا۔

بدر کی فتح کے بعد قدرت نے علیؑ کو اس عظیم کارنمایاں کا انعام دیا اور یکم ذی الحجہ کو حضرت علیؑ کا عقد جناب فاطمہؑ سے ہو گیا۔ جن کی خواستگاری کرنے والے بڑے بڑے صحابۂ کرام بھی تھے لیکن قدرت نے فیصلہ کر دیا کہ نور کا عقد صرف نور سے ہو سکتا ہے اور پھر رسول اکرمؐ نے فرما دیا کہ علیؑ نہ ہوتے تو آدم و غیر آدم میں کوئی میری بیٹی فاطمہؑ کا ہمسر نہ ہوتا۔ یہ نورانی رشتہ زمین پر بھی انجام پایا اور عرش اعظم پر بھی انجام دیا گیا۔

مہر کے سلسلہ میں رسول اکرم کے مطالبہ پر علیؑ نے اپنی زرہ بیچ کر زہراؑ کا مہر ادا کیا اور رسول اکرمؐ نے اسی مہر میں سے ۶۳ درہم کا سامان جہیز خرید کر اپنی بیٹی کو رخصت کر دیا اور اسلام میں شادی کا

بہترین تصور اور سادگی کا عظیم ترین مرقع سامنے آگیا جس پر کسی بھی غریب اور فقیر کو اسلامی نظام سے شکوہ کرنے کا حق نہیں ہے کہ اگر نبی کریم کی بیٹی کا مہر ۵۰۰ درہم ہو سکتا ہے تو دوسرے شخص کو زیادہ مہر کے مطالبہ کا کیا حق ہے؟ اور اگر نبیؐ کا داماد ۶۳ درہم کے جہیز پر گذارا کر سکتا ہے جو اسی کے مہر سے خرید اگیا ہے تو دوسرے کسی داماد کو فرمائشیں کرنے کا کیا جواز ہے؟ کیا نبیؐ کی بیٹی سے عظیم تر کسی کی بیٹی یا نبی کے داماد سے بالاتر کسی کا بھی داماد ہو سکتا ہے؟

۳ھ میں کفار نے بدر کی شکست کا بدلہ لینے کا پروگرام بنایا اور تین ہزار کے لشکر سے مدینہ پر حملہ کر دیا۔ حضرت علیؑ اور چند دیگر مخلص اصحاب نے میدان احد فتح کر لیا تھا لیکن بعض اصحاب کی طمع دنیا اور مخالفت رسولؐ نے جنگ کا نقشہ بدل دیا اور صورت حال اتنی خراب ہو گئی کہ رسول اکرمؐ کا چہرۂ مبارک زخمی ہو گیا اور مسلمان اپنے پیغمبرؐ کو چھوڑ کر احد کی پہاڑیوں پر اُچکنے لگے۔ صرف دو تین افراد تھے جو جان کی بازی لگائے رہے اور حضرت حمزہ و مصعب جیسے افراد کی شہادت کے بعد تنہا حضرت علیؑ دفاع کرتے رہے اور آخر میں انھوں نے ہی دختر پیغمبر حضرت فاطمۃ الزہراؑ کی مدد سے رسول اکرمؐ کے زخموں کے علاج کا انتظام کیا۔ اس جنگ میں شہادت کی سعادت حضرت حمزہؑ کو نصیب ہوئی کہ آپ سید الشہداء قرار پائے، اور فتح کا سہرا حضرت علیؑ کے سر بندھا کہ وہ تنہا مدافع رسول قرار پائے۔ معاویہ کی ماں اور ابوسفیان کی بیوی ہندہ نے جناب حمزہ کی لاش کے ساتھ وہ برتاؤ کیا کہ رسول اکرمؐ مدتوں روتے رہے

انفرادی طور پر شکست کے بعد کفار نے یہودیوں سے مل کر مدینہ پر حملہ کرنے کا پروگرام بنایا اور اس طرح ۵ھ میں جنگ احزاب پیش آئی۔ رسول اکرمؐ نے مدینہ کے گرد سلمانؓ کے مشورہ سے خندق تیار کرا دی لیکن چند سربراہان کفار خندق پار کر کے آگئے اور لشکر اسلام پر غضب کا ہراس طاری ہو گیا۔ حضرت عمرؓ عمرو بن عبدود کی تعریف کر کے مسلمانوں کے حوصلے پست کرنے لگے اور باقی اصحاب نے سر اٹھانے کا بھی ارادہ نہیں کیا لیکن حضرت علیؑ نے میدان میں عمرو کا مقابلہ کر کے اسے تہ تیغ کر دیا اور رسول اکرمؐ نے اس ضربت کو ثقلین کی عبادت سے زیادہ وزنی قرار دے دیا کہ اس وقت اسلام و کفر کا معرکہ تھا اور کل ایمان کل کفر کی زد پر تھا۔ رب العالمین نے امداد کی اور کل ایمان نے کل کفر پر غلبہ حاصل کر لیا۔

شوال ۵ھ میں جنگوں سے قدرے فرصت پانے کے بعد مسلمانوں کے تقاضے پر رسول اکرمؐ نے ذی قعدہ ۶ھ میں عمرہ کا ارادہ کیا اور کفار مکہ کو اطلاع کر دی کہ ہمارا جنگ کا کوئی ارادہ نہیں ہے لیکن انھوں نے مکہ میں داخلہ سے روک دیا اور رسول اکرمؐ بھی اس امر پر راضی ہو گئے کہ عمرہ آئندہ سال انجام دیں گے اور صلح نامہ مرتب کر کے واپس تشریف لے آئے۔ صلح نامہ کی کتابت کا کام بھی حضرت علیؑ ہی نے انجام دیا اور اسلام کا معرکۂ قلم بھی انھیں کے ہاتھوں سر ہوا، جب کہ اس صلح کی ظاہری کمزوری کو دیکھ کر حضرت عمرؓ کو رسول اکرمؐ کی رسالت میں بھی شک ہو گیا تھا اور بمشکل تمام حضرت ابوبکرؓ کے سمجھانے سے بات سمجھ میں آئی کہ عام طور سے انھیں اسلامی حقائق انھیں کے بیان کے بعد سمجھ میں آتے تھے۔

۷ھ میں مدینہ سے نکالے ہوئے یہودیوں نے خیبر کے یہودیوں سے مل کر سازش کی، اور اسلام سے انتقام لینے کا پروگرام بنایا تو رسول اکرمؐ خیبر کے یہودیوں کی سرکوبی کے لیے مقام خیبر تک پہونچ گئے اور قلعوں کا محاصرہ کر لیا۔ دو تین دن تک حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ زور آزمائی کرتے رہے لیکن میدان سے فرار کے علاوہ کچھ ہاتھ نہ آیا تو رسول اکرمؐ نے باقاعدہ اعلان کر دیا کہ "کل اُسے علم دوں گا جو مرد میدان، کرار غیر فرار اور محب و محبوب خدا و رسولؐ ہو گا۔" دوسرے دن علم لشکر حضرت علیؑ کے حوالے کیا اور انھوں نے حارث و عنتر و مرحب جیسے پہلوانوں کا خاتمہ کر کے خیبر کو فتح کر لیا اور ہمیشہ کے لیے فاتح خیبر قرار پا گئے۔

خیبر کی فتح کے بعد فتوحات کی جملہ قسمیں مکمل ہو گئیں اور اسلام نے کفر، شرک، یہودیت سب کو شکست دے دی تو ذی قعدہ ۷ھ میں عمرۃ القضاء کا پروگرام بنا اور رسول اکرمؐ ایک بڑی جماعت کے ساتھ عمرہ کے لیے تشریف لے گئے۔ حضرت علیؑ نے مکہ خالی کرایا اور مسلمانوں نے باقاعدہ طور پر عمرہ ادا کیا اور سکون کے ساتھ واپس چلے گئے۔

۸ھ میں مکہ میں رسول اکرمؐ کے حلیف بنی خزاعہ کے ایک فرد کو عین حرم خدا میں قتل کر دیا گیا تو آپ اپنے حلیفوں کی فریاد پر دس ہزار کا لشکر لے کر روانہ ہو گئے۔ رمضان ۸ھ میں روانگی عمل میں آئی اور مکہ پہونچ کر آپ نہایت شان کے ساتھ مکہ میں داخل ہوئے اس طرح کہ احساس شکست و ذلت نے ابوسفیان و معاویہ جیسے افراد کو مسلمان بنا دیا اور آپ نے خانۂ خدا میں نماز ادا کرنے کے بعد حضرت علیؑ

کو اپنے کاندھوں پر بلند کر کے طاقِ کعبہ سے تمام بُت گروا دیے اور اس طرح حضرت "شاہِ بُت شکن" قرار پا گئے۔

۱۰ شوال ۸ھ کو جنگ حنین پیش آئی جس میں مسلمانوں کی تعداد بارہ ہزار تھی جس کی بنا پر ان میں غرور فتح پیدا ہو گیا لیکن آخر میں سب نے فرار اختیار کیا اور بمشکل تمام واپس آئے تو ۷۰ کفار قتل ہوئے اور چار مسلمان اور اس فتح کا سہرا بھی حضرت علیؑ ہی کے سر رہا ورنہ میدانِ جنگ صحابۂ کرام سے خالی ہو چکا تھا۔

سنہ ۹ھ میں ہرقل روم کی تیاریوں کی خبر پا کر آپ نے تمام مسلمانوں کو جہاد کا حکم دے دیا اور عظیم قافلہ لے کر نکل پڑے۔ لیکن چونکہ آپ کے علم میں تھا کہ دشمن میں مقابلہ کا حوصلہ نہیں ہے اور جنگ کی نوبت نہ آئے گی اس لیے حضرت علیؑ کو مدینہ میں چھوڑ دیا اور یہ تاریخی اعلان کر دیا کہ "تمھارا وہی مرتبہ ہے جو موسیٰ کے لیے ہارون کا تھا۔ صرف میرے بعد کوئی نبی ہونے والا نہیں ہے"۔

تبوک کی اس بلا جنگ کامیابی کے بعد تبلیغ سورۂ برأت کا مرحلہ پیش آیا، جس کام پر پہلے حضرت ابوبکرؓ مامور ہوئے۔ اس کے بعد وحی الٰہی نے انھیں واپس کر کے یہ کام حضرت علیؑ کے سپرد کیا اور انھوں نے حج اکبر کے موقع پر برأت مشرکین کا اعلان کر دیا جو علیؑ والوں کا آج تک شعار ہے اور جس سے تمام مسلمان حکام خوف زدہ رہتے ہیں۔

سنہ ۹ھ حج کے موقع پر اس اعلان کے بعد ۲۴ ذی الحجہ کو نجران کے عیسائیوں سے مباہلہ کی نوبت آگئی کہ ان لوگوں نے حضرت عیسیٰ کے ابن اللہ ہونے پر اصرار کیا اور قرآن کا کوئی پیغام ماننے کے لیے تیار نہ ہوئے تو رسول اکرمؐ نے بحکم خدا مباہلہ کی دعوت دے دی اور آپ نسائنا میں حضرت فاطمہؑ، ابنائنا میں حسنؑ و حسینؑ اور انفسنا میں حضرت علیؑ کو لے کر روانہ ہوئے جس کو دیکھ کر عیسائیوں نے اپنی شکست کا اعتراف کر لیا اور اسلام اپنی آخری فتح سے ہمکنار ہو گیا۔

۲۵ ذی قعدہ سنہ ۱۰ھ کو رسول اکرمؐ حجۃ الوداع کے لیے روانہ ہوئے اور لاکھوں مسلمانوں نے آپ کے ساتھ حج کیا اور واپسی میں بحکم خدا مقامِ غدیر پر قافلہ کو روک کر حضرت علیؑ کی مولائیت کا اعلان کر دیا کہ جس کا میں مولا ہوں اس کا یہ علیؑ بھی مولا ہے، جس پر تمام اصحاب نے بیعت کی اور حضرت عمرؓ نے مبارکباد دی کہ آپ میرے اور تمام مسلمانوں کے مولا ہو گئے۔

اس واقعہ سے پہلے رسول اکرمؐ نے حضرت علیؑ کو اہلِ یمن کی طرف تبلیغی مشن پر روانہ کیا تھا جہاں آپ نے ایک دن میں سارے قبیلہ ہمدان کو مسلمان بنا لیا تھا اور وہیں سے حجۃ الوداع کے لیے قربانی کے جانور لے کر آئے تھے اور رسول اکرمؐ کے قافلہ میں شامل ہوئے تھے۔

آخر وقت میں رسول اکرمؐ نے ایک لشکر رومیوں سے مقابلہ کے لیے تیار کیا اور اسامہ بن زید کو تمام صحابہ کا سردار بنا کر اعلان کر دیا کہ جو لشکر اسامہ میں نہ جائے گا اس پر خدا کی لعنت ہوگی۔ اس سرداری سے صرف حضرت علیؑ کو الگ رکھا گیا تھا کہ انھیں اپنے سے جدا کرنا مناسب نہیں سمجھا تھا باقی حضرت ابوبکر و عمر جیسے تمام افراد کو بھی اسامہ کی سرداری میں دے دیا تھا۔

اس کے بعد رسول اکرمؐ کے مرض الموت کی شدت شروع ہو گئی اور آپ نے وقت آخر حضرت علیؑ کی آغوش میں سر رکھ کر دنیا سے رحلت فرمائی۔

حضرت علیؑ ہی نے آپ کے غسل و کفن کا انتظام کیا اور اپنے ہاتھوں سے دفن کیا جب کہ بقول ابوالفدا حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ شریک بھی نہیں ہوئے اور سقیفہ سازی میں مصروف رہے۔

حضرت علیؑ تجہیز و تکفین رسولؐ میں مصروف تھے کہ مسلمانوں نے سقیفہ میں جمع ہو کر بہ ہزار دقت خلافت کا فیصلہ کر لیا اور غدیری اعلان کو نظر انداز کر کے حضرت علیؑ کو ان کے واقعی حق سے محروم کر دیا جس کے بعد آپ خانہ نشین ہو گئے۔

خانہ نشینی کے بعد آپ نے پہلا کام یہ انجام دیا کہ قرآن مجید کو اس کے تنزیلی اشارات اور توضیحات کے مطابق جمع فرمایا اور دربار خلافت میں پیش کیا کہ جس طرح الفاظ میں اختلاف نہیں ہے معانی میں بھی اختلاف نہ رہنے پائے لیکن ہوا خواہانِ تفسیر بالرائے نے ان توضیحات کو قبول کرنے سے انکار کر دیا اور امت اسلامیہ ایک بہت بڑے علمی ذخیرہ سے محروم ہو گئی۔

رسول اکرمؐ کے ۵، یا ۹۵ دن کے بعد حضرت علیؑ کی شریک حیات حضرت فاطمہؑ نے انتقال فرمایا اور وہ اس عالم میں دنیا سے رخصت ہوئیں کہ حکومتی سازش کی بنا پر باپ کے ترکہ سے محروم ہو چکی تھیں، پہلو شکستہ ہو چکا تھا اور محسن شہید ہو چکے تھے۔ حضرت علیؑ نے اس سخت ترین مصیبت کا بھی نہایت درجہ صبر و شکیبائی سے مقابلہ کیا اور تلوار نہیں اٹھائی، صرف یہ کہہ کر خاموش ہو گئے کہ رسول اکرمؐ کے بعد زہراؑ کا فراق دلیل ہے کہ دنیا میں کسی دوست کے لیے بقا نہیں ہے۔

حضرت علیؑ حالات کے پیش نظر ۲۵ سال تک خانہ نشین رہے اور مسلمان یکے بعد دیگرے

حکام سازی کرتے رہے اور کسی موقع پر بھی صحیح معنوں میں حضرت علیؑ کو ان کا حق نہیں دیا گیا۔ لیکن اس کے باوجود آپ نے کوئی انتقامی کارروائی نہیں کی بلکہ برابر حکامِ وقت کی مدد کرتے رہے اور انھیں نیک مشورہ دیتے رہے اور کسی ایسے اقدام میں کوتاہی نہیں کی جس میں اسلام اور امتِ اسلامیہ کی بھلائی ہو، یا جس میں شریک نہ ہونے سے اسلام کی رسوائی کا خطرہ ہو۔

حضرت عمر نے اپنے آخری وقت میں خلافت کا فیصلہ ایک خاص کمیٹی کے حوالے کر دیا جس نے مخصوص اسباب کے تحت آپ سے سیرتِ شیخین پر عمل کرنے کا مطالبہ کیا اور آپ نے اس مطالبہ کو یہ کہہ کر مسترد کر دیا کہ سیرتِ رسولؐ کے بعد کسی سیرت کی ضرورت نہیں ہے اور اس طرح عثمانؓ اس شرط کو قبول کر کے خلیفہ ہو گئے اور حضرت عمر کا منصوبۂ شوریٰ مکمل ہو گیا۔

۱۸ ذی الحجہ ۳۵؁ھ میں حضرت عثمانؓ اپنی اقربا پروری اور بنی امیہ نوازی کی قربان گاہ پر بھینٹ چڑھا دیے گئے اور مسلمانوں کے ایک گروپ نے ان کی ناانصافیوں کے خلاف علمِ احتجاج بلند کر کے انھیں خانہ قید کر دیا اور آخرکار تہِ تیغ کر دیے گئے۔ اس محاصرہ کے دوران حضرت علیؑ ہی ان کے لیے پانی کا بندوبست کرتے رہے۔ جس کا انتقام اس طرح لیا گیا کہ کبھی انھیں قاتلِ عثمانؓ قرار دیا گیا اور کبھی ان کی اولاد پر پانی بند کر دیا گیا کہ انھوں نے عثمانؓ کو پانی فراہم کر کے گویا بہت بڑے جرم کا ارتکاب کیا ہے۔

قتلِ عثمانؓ کے موقع پر حضرت عائشہ مکہ میں تھیں اور انھوں نے بار بار مسلمانوں کو ان کے قتل پر آمادہ بھی کیا تھا کہ ان کی مثال نعثل یہودی کی جیسی ہے اور انھوں نے سنتِ رسولؐ کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیا ہے۔ ان کا خیال تھا کہ ان کے قتل کے بعد خلافت طلحہ یا زبیر کو مل جائے گی۔ لیکن جب انھیں راہِ مکہ میں یہ معلوم ہوا کہ خلافت حضرت علیؑ کو مل گئی ہے تو فوراً نعرہ تبدیل کر دیا اور فرمایا عثمان مظلوم مارے گئے ہیں اور ان کے خون کا انتقام ضروری ہے۔ قاتل ہونے کا الزام حضرت علیؑ پر لگایا گیا اور ان سے جنگ کی تیاریاں شروع ہو گئیں۔

بصرہ حضرت علیؑ کے چاہنے والوں کا مرکز تھا لہٰذا حضرت عائشہ نے پہلے اس مرکز پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا اور تین ہزار کا لشکر لے کر روانہ ہو گئیں۔ ۲۵ جمادی الثانیہ ۳۶؁ھ کو بصرہ پہونچ کر حضرت علیؑ کے گورنر عثمان بن حُنیف پر حملہ کر دیا اور انھیں بے حد اذیت دی یہاں تک کہ سر اور داڑھی کے بال

تک نوچ ڈالے۔ امیرالمومنینؑ ربیع الاول میں روانہ ہو چکے تھے لیکن عائشہ کا لشکر پہلے پہونچ گیا، اور آپ مقام ذی قار پر تھے جب جناب عثمانؓ نے آکر فریاد کی اور آپ نے ۱۵ جمادی الثانیہ کو بیس ہزار لشکر کے ساتھ بصرہ میں نزول فرمایا۔ ادھر طلحہ و زبیر نے راتوں رات آپ کے قتل کا منصوبہ بنا کر حملہ کر دیا جس کے بعد جنگ کا آغاز ہو گیا۔ حضرت علیؑ نے متعدد ذرائع سے عائشہ کو سمجھایا اور طلحہ و زبیر کو بھی نصیحت کی کہ حرمِ رسولؐ کو سرِ میدان لے آنا اسلامی غیرت کے منافی ہے لیکن کسی فہمائش کا کوئی اثر نہ ہوا، اور بالآخر ایسا رن پڑا کہ نتیجہ میں تیرہ ہزار عائشہ کے سپاہی اور پانچ ہزار حضرت علیؑ کے مجاہدین کام آئے اور بعض مجاہدین نے ناقہ کے پاؤں کاٹ دیے اور ہودج زمین پر آ رہا۔ آپ نے نہایت درجہ احتیاط سے انھیں سنبھالنے کا انتظام کیا اور چالیس خواتین سپاہیوں کے ساتھ محمد بن ابی بکر کی سرکردگی میں انھیں مدینہ واپس پہونچا دیا جس کا احساس انھیں زندگی بھر رہا اور حضرت علیؑ کی شرافت کا برابر تذکرہ کرتی رہیں۔ جمل کے فتح ہو جانے کے بعد آپ نے ۱۶ رجب ۳۶؁ھ کو ابن عباس کو بصرہ کا گورنر بنا کر واپسی کا قصد فرمایا اور عراق کے خطرہ کے پیشِ نظر کوفہ کو مستقل دارالحکومت قرار دے دیا۔

اُدھر جنگِ جمل کے زیرِ اثر موقع سے فائدہ اٹھا کر معاویہ نے بھی شام میں بغاوت کا اعلان کر دیا اور حضرت کے گورنر سہل بن حنیف کو نکال باہر کر دیا۔ انھوں نے حضرت سے شکایت کی۔ آپ نے فہمائش کے خطوط لکھے لیکن کوئی اثر نہ ہوا تو معاویہ کی سرکوبی کے لیے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ شوال ۳۶؁ھ میں ۹۰ ہزار کا لشکر لے کر آپ مقام رقہ پر پہونچے ادھر ایک لاکھ ۲۰ ہزار کا لشکر معاویہ کا تھا۔ معاویہ کے لشکر نے صفین میں دریا پر قبضہ کر کے پانی بند کر دیا۔ حضرت علیؑ نے جوابی کارروائی کا حکم دے دیا اور لشکر نے دریا کو واپس لے لیا تو فرمایا کہ خبردار! تم پانی بند نہ کرنا، لیکن مزاحمتوں کا سلسلہ جاری رہا یہاں تک کہ محرم ۳۷؁ھ آ گیا اور جنگ موقوف ہو گئی۔ اس کے بعد صفر کے شروع ہوتے ہی لشکرِ شام نے پھر حملہ کر دیا اور گھمسان کی جنگ کا آغاز ہو گیا۔ ایک ہفتہ تک جنگ ہوتی رہی یہاں تک کہ لشکرِ شام کے ۴۵ ہزار افراد اور لشکرِ حضرت علیؑ کے تقریباً اس سے آدھے افراد کام آ گئے۔ اور عمرو عاص جیسے افراد نے اپنے کو برہنہ کر کے جان بچانے کی تدبیر نکالی اور بے حیائی کا ایک نیا ریکارڈ قائم ہو گیا۔

اس درمیان وہ قیامت خیز رات بھی آئی جسے لیلۃ الہریر کہا جاتا ہے اور جس میں تمام رات جنگ جاری رہی اور طرفین کے ۳۶ ہزار افراد مارے گئے۔ خود حضرت علیؑ نے اپنے دست مبارک سے ۹۰۰ افراد کو واصل جہنم کیا اور مالک اشتر معاویہ کے خیمہ تک پہونچ گئے۔ قریب تھا کہ معاویہ کا خاتمہ ہو جائے اور جنگ اپنے آخری فیصلہ سے ہمکنار ہو جائے کہ عمرو عاص نے پانچ سو قرآن نیزوں پر بلند کر دیے کہ ہم قرآن سے فیصلہ چاہتے ہیں اور اس طرح لشکر حضرت علیؑ میں پھوٹ پڑ گئی اور ایسے جاہل افراد بھی پیدا ہو گئے جو اہل بیتؑ کے مقابلہ میں قرآن کو استعمال کرنے پر راضی ہو گئے اور مجبوراً حضرت علیؑ کو عزت قرآن کی خاطر جنگ موقوف کرنا پڑی۔ اور عوام الناس نے باہمی تحکیم کا فیصلہ کر لیا۔ حضرت علیؑ کی طرف سے ابو موسیٰ اشعری کو مقرر کیا گیا اور معاویہ کی طرف سے عمرو عاص کو۔ دونوں حَکَم ماہ مبارک میں ایک مقام پر جمع ہوئے اور ابو موسیٰ نے عمرو عاص کے چکر میں آکر منبر پر جا کر اعلان کر دیا کہ میں علیؑ کو معزول کرتا ہوں، قوم اپنا حاکم خود منتخب کر لے اور عمرو عاص نے اعلان کر دیا کہ جب علیؑ کو ان کے نمائندہ نے معزول کر دیا ہے تو میں معاویہ کا تقرر کرتا ہوں اور اس طرح عوامی انتخاب کا نتیجہ معاویہ کی حاکمیت کی شکل میں سامنے آگیا اور اس قرآن کا دور دور تک ذکر نہیں آیا جس سے فیصلہ کرانے کے لیے جنگ کو روکا گیا تھا۔

حضرت علیؑ کی فوج کے ایک حصہ نے جنگ کو موقوف کر کے فیصلہ پر رضامندی کا اظہار کر دیا تھا لیکن ایک حصہ جنگ جاری رکھنے پر مصر تھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جب فیصلہ غلط ہو گیا تو اس حصہ نے بغاوت کا اعلان کر دیا اور ۱۰ شوال ۳۸ھ کو مقام نہروان پر لوگوں کو ستانا شروع کر دیا حضرت علیؑ نے ان کی سرکوبی کے لیے نہروان کا رُخ کیا اور بغداد سے چار فرسخ کی دوری پر یہ معرکہ پیش آیا۔ ابتدا میں باغی بارہ ہزار کی تعداد میں تھے، بعد میں انتشار پیدا ہو گیا اور صرف چار ہزار رہ گئے۔ لیکن حضرت نے ایسا حملہ کیا کہ ۹ افراد کے علاوہ سب قتل کر دیے گئے، یہاں تک کہ مشہور خارجی ذوالثدیہ بھی کام آگیا اور یہ جنگ بھی اپنے خاتمہ کو پہونچ گئی۔

اُدھر معاویہ نے مصر میں حضرت علیؑ کے گورنر محمد بن ابی بکر پر حملہ کا پروگرام بنایا اور حضرت علیؑ کو اطلاع ملی تو آپ نے مالک اشتر کو کمک کے لیے روانہ کر دیا۔ معاویہ نے مقام عریش کے ایک زمیندار سے بیس سال کے خراج کی معافی کا وعدہ کر کے افطار کے بہانے مالک اشتر کو زہر دلوا دیا،

اور وہ شہید ہو گئے اور مصر پر عمرو عاص نے چھ ہزار کی فوج کے ساتھ حملہ کر دیا۔ نتیجہ کے طور پر محمد بن ابی بکر کو گدھے کی کھال میں رکھ کر زندہ جلوا دیا جس کا صدمہ حضرت عائشہ کو زندگی بھر رہا اور وہ ہر نماز میں معاویہ اور عمرو عاص کے حق میں بد دعا کرتی رہیں، اگرچہ معاویہ نے اس واقعہ پر بے حد مسرت کا اظہار کیا (طبری، مسعودی) یہ واقعہ صفر ۳۸ھ کا ہے۔

صفین کے بے پناہ قتل و خون کے بعد معاویہ کی مکاریوں سے حکمین کا فیصلہ اور اس کے بعد محمد بن ابی بکر اور مالک اشتر کا قتل، یہ وہ واقعات تھے جنھوں نے حضرت علیؑ کو مجبور کر دیا کہ معاویہ کے ساتھ ایک فیصلہ کن جنگ کریں اور اس سلسلہ میں آپ نے لشکر فراہم کرنا شروع کر دیا۔ آپ کے لشکر میں ۴۰ ہزار تجربہ کار سپاہی اور ۱۷ ہزار رنگروٹ تھے۔ امام حسینؑ، قیس بن سعد اور ابو ایوب انصاری ۱۰-۱۰ ہزار کے لشکر کے سردار تھے لیکن لشکر کی روانگی سے پہلے ہی ابن ملجم ملعون نے عین حالت سجدہ میں آپ کو شہید کر دیا، اور یہ منصوبہ مکمل نہ ہو سکا جس طرح کہ حیات پیغمبر کا آخری معرکہ (سریہ اسامہ بن زید) اصحاب کی نافرمانی کی بنا پر نامکمل رہ گیا تھا۔

ابن ملجم کے اس ظالمانہ اقدام کی یہ تاریخی توجیہ کی گئی ہے کہ خوارج حضرت علیؑ، معاویہ اور عمرو عاص تینوں سے ناراض تھے اور انھوں نے تینوں کے قتل کا منصوبہ بنایا تھا اور ایک شخص کو شام، ایک کو مصر اور ایک کو کوفہ روانہ کیا تھا لیکن اتفاق سے معاویہ اس دن نماز صبح میں نہیں آیا اور عمرو عاص حملہ سے بچ گیا صرف حضرت علیؑ شہید ہو گئے اور پھر مزید افسانہ یہ تراشا گیا کہ ابن ملجم کو اچانک ایک عورت مل گئی اور اس نے علیؑ کے سر اقدس کو اپنی قربت کی قیمت قرار دے دیا، اور اس کا یہ اقدام اس جنسی بنیاد پر وقوع پذیر ہو گیا۔ لیکن اس داستان کا رُخ صاف بتا رہا ہے کہ یہ حملہ حضرت علیؑ کے حملے کو روکنے کے لیے معاویہ کی سازش سے کیا گیا تھا اور ایسی زبردست تلوار اور ایسا قیامت خیز زہر اور ایسی حسین و جمیل عورت کا وسیلہ سب اسی کا فراہم کیا ہوا ساز و سامان تھا اور اس طرح حضرت علیؑ کے قتل کی تمام تر ذمہ داری شام کے حاکم پر ہے۔ اگرچہ اس کا براہ راست مجرم ابن ملجم ہے اور بالواسطہ وہ تمام افراد ہیں جنھوں نے معاویہ جیسے بے دین انسان کو اسلام کا بے لگام حاکم بنا دیا تھا۔

ماہ مبارک ۴۰ھ کی ۱۹ تاریخ تھی جب حضرت علیؑ مسجد میں خطبہ ارشاد فرما رہے تھے اور

ایک مرتبہ آپ نے اپنے فرزند امام حسنؑ کی طرف رُخ کرکے فرمایا، بیٹا اس مہینے کے کتنے دن گذر چکے ہیں؟ عرض کی ۱۳ دن۔ پھر دوسرے فرزند امام حسینؑ کی طرف رُخ کیا اور فرمایا، کتنے دن باقی رہ گئے ہیں؟ عرض کی ۱۷ دن۔ فرمایا اب وہ وقت قریب آگیا ہے جب میرے محاسن میرے خون سے رنگین ہوں۔

ماہ مبارک کی ۱۹ ویں شب تھی جب آپ اپنی دختر حضرت ام کلثوم کے یہاں افطار پر مدعو تھے۔ افطار کے بعد تمام شب مصروف عبادت رہے اور بار بار باہر آکر آسمان کی طرف دیکھتے رہے، یہاں تک کہ فرمایا کہ واللہ یہ وہی شب ہے جس کی رسول اکرمؐ نے خبر دی ہے اور یہ کہہ کر نماز صبح کے لیے برآمد ہوئے۔ دروازہ پر مرغابیوں نے بھی روکا اور زنجیر در نے بھی۔ لیکن آپ قضائے الٰہی کا حوالہ دے کر مسجد میں تشریف لے گئے۔ اذان سے سارے کوفہ کو بیدار کیا۔ نماز شروع کی تو ابن ملجم ملعون نے سر اقدس پر وار کر دیا اور سر زخمی ہوگیا۔ مصلیٰ پر بیٹھ گئے "فُزْتُ وَرَبِّ الْكَعْبَة" کا اعلان کیا اور "بسم اللہ وباللہ و فی سبیل اللہ وعلی ملۃ رسول اللہ" کا ورد کرتے رہے۔

ادھر امام حسنؑ اور امام حسینؑ مسجد میں وارد ہوئے تو آپ نے امام حسنؑ کو نماز پڑھانے کا حکم دے دیا۔ نماز کے بعد فرزندوں کے ہاتھوں پر بیت الشرف تک آئے۔ دو دن علاج کا سلسلہ جاری رہا۔ اس درمیان ابن ملجم گرفتار ہوکر آیا تو قانون اسلامی کے مطابق قصاص کا فیصلہ کرکے اس کی سیرابی کا حکم دے دیا اور اکیسویں کی رات میں وصیت تمام کرکے دنیا سے رخصت ہوگئے۔

امام حسنؑ اور امام حسینؑ نے حسب وصیت پدر غسل وکفن کا انتظام کیا اور ظہر کوفہ جسے نجف کہا جاتا ہے) کے اس مقررہ مقام پر دفن کر دیا جو حضرت نوحؑ کے دور سے طے ہوچکا تھا۔ ملائکہ آسمان نے دفن میں کمک کی، روح رسولؐ نے استقبال کیا اور آخرکار جو کعبہ سے لے کر آیا تھا اسی کے حوالے کر دیا۔

ایک مدت تک قبر مطہر مخفی رکھی گئی اور صرف مخصوص افراد زیارت سے مشرف ہوتے رہے۔ ہارون رشید کے دور میں بادشاہ شکار کے لیے نکلا، اور شکاری کتا ایک مقام پر ٹھہر گیا اور اس نے ہرن کا تعاقب ترک کر دیا، تو اس نے اطراف کے افراد سے تحقیق کی اور انھوں نے بتایا کہ یہاں ایک ولی خدا حضرت علیؑ کی قبر ہے اور اس طرح قبر کا اعلان ہوگیا جس کے بعد مسلسل روضہ کی تعمیر و ترقی

ہوتی رہی اور آج تک یہ روضہ مرجع خلائق بنا ہوا ہے اور انشاء اللہ صبح قیامت تک بنا رہے گا۔

رسول اکرمؐ نے حضرت علیؑ کو شہر علم کا دروازہ بنایا تھا تو شیخ طوسیؒ نے یہاں حوزہ علمیہ قائم کر دیا اور تقریباً ۱۰۵۰ برس سے یہ مدرسہ قائم ہے اور دینی تعلیم کے اعتبار سے کائنات کا سب سے عظیم ترین ادارہ ہے۔ یہاں کے فارغ التحصیل افراد روسا مذہب اور مراجع تقلید بنتے رہے اور یہ سلسلہ بحمد اللہ آج تک جاری ہے۔

خصوصیات

یوں تو ہر انسان کی زندگی میں کچھ خصوصیات پائے جاتے ہیں اور وہی اس کی شخصیت کی علامات ہوتے ہیں لیکن حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ کا معاملہ اس سے بالکل مختلف ہے اور آپ کی زندگی کا کوئی گوشہ ایسا نہیں ہے جو انفرادیت کا حامل نہ ہو — حد یہ ہے کہ کھانے پینے سے لے کر عبادات تک ہر مقام پر آپ کی شخصیت ایک انفرادی خصوصیت کی حامل ہے اور اس کا شریک دنیا کا کوئی دوسرا صاحب کردار نہیں ہے۔ ذیل میں صرف چند امتیازات کی طرف اشارہ کیا جا رہا ہے جسے "مشت نمونہ از خروارے" سے زیادہ اہمیت نہیں دی جاسکتی ہے:

● غذا کے اعتبار سے ہمیشہ جَو کا آٹا نوش فرماتے رہے اور کبھی گندم کو ہاتھ نہیں لگایا۔ جَو کے آٹے میں بھی یہ ہدایت تھی کہ اسے چھانا نہ جائے اور اپنی اصلی حالت میں استعمال کیا جائے۔

آدَمُ قَدْ اَكَلَ الْحِنْطَةَ وَاللّٰهُ نَهٰى
وَعَلِيٌّ تَرَكَ الْاَكْلَ لِقَصْدِ الْقُرَبِ

● لباس کے اعتبار سے خلافت اسلامیہ کے مل جانے کے بعد بھی پیوند دار لباس پہنتے رہے۔ یہاں تک کہ خود فرمایا کرتے تھے کہ اب تو رفو کرنے والے سے بھی شرم آتی ہے۔

● مکان کے اعتبار سے ساری زندگی مکان کا انتظام نہ کرسکے اور کوفہ میں بھی ایک عاریت کے مکان میں دور خلافت گزار دیا۔

● معیشت کے اعتبار سے بیت المال کے مال کو ہاتھ نہیں لگایا۔ اور ہمیشہ اپنے زور بازو

کی کمائی پر گذارہ کرتے رہے۔

<u>کارناموں کے اعتبار سے</u>۔روزِ اول دعوتِ ذوالعشیرہ کا اہتمام کرنے والے اور رسول اکرمؐ کی تصدیق کرنے والے آپ ہی تھے۔

● ہجرت کی رات اپنی جان کو خطرہ میں ڈال کر رسول اکرمؐ کی جان بچانے والے آپ ہی تھے اور آپ ہی نے امانتوں کو واپس کر کے وقارِ رسالت کا تحفظ کیا تھا۔

● غارِ ثور میں قیام کے دوران رسولِ اکرمؐ اور ابو بکرؓ کے لیے آب و غذا کا انتظام آپ ہی کیا کرتے تھے۔

● بدر کے معرکہ میں آپ ہی کی تلوار چمکتی رہی اور ۷۰ مقتولین میں سے ۳۵ کو تن تنہا آپ ہی نے تہ تیغ کیا تھا۔

● احد کے معرکہ میں سب کے فرار کر جانے کے بعد آپ ہی کا اعلان تھا کہ میں ایمان کے بعد کفر اختیار نہیں کر سکتا ہوں۔

● خندق کے معرکہ میں کل کفر کا سر آپ ہی نے قلم کیا تھا۔

● خیبر میں مرحب و عنتر کا خاتمہ کر کے قلعہ قموص کو آپ ہی نے فتح کیا تھا۔

● آیت نجویٰ کے موقع پر صدقہ دے کر رسول اکرمؐ سے راز و نیاز کا شرف آپ ہی نے حاصل کیا تھا۔

<u>علمی اعتبار سے</u>۔رسول اکرمؐ نے آپ کو شہر علم و حکمت کا دروازہ قرار دیا تھا اور امت کا بہترین قاضی قرار دیا تھا۔ آپ کی قضاوت کے محیر العقول واقعات مکمل کتاب کی شکل میں موجود ہیں۔

● منبر کی بلندی سے "سلونی قبل أن تفقدونی" کا نعرہ آپ ہی نے بلند کیا تھا۔

● حکام وقت نے اپنے مشکلات میں آپ ہی کی طرف رجوع کیا تھا اور ان کی علمی گتھیوں کو آپ ہی نے سلجھایا تھا۔

● اسلام میں جتنی عظیم شخصیتیں فقہی، ادبی، اخلاقی یا صوفی قسم کی پائی جاتی ہیں، سب کا سلسلۂ شاگردی آپ ہی کی ذات اقدس تک منتہی ہوتا ہے۔

● مختلف علوم میں کمال اعلیٰ کے علاوہ علم نحو کے قواعد کی ایجاد آپ ہی نے فرمائی ہے اور حروف کے تعارف کے اصول آپ ہی نے تعلیم فرمائے ہیں۔

<u>اخلاقی اعتبار سے</u>۔غلاموں کے ساتھ آپ نے ایسا برتاؤ کیا ہے کہ انھوں نے غلامی کو آزادی پر ترجیح دی ہے اور نیا لباس قنبر کو عطا فرمایا ہے تو پرانا یا معمولی لباس خود زیب تن فرمایا ہے۔

● محاصرہ کے دوران عثمانؓ کے لیے آب و دانہ کا انتظام آپ ہی نے کیا ہے۔

● ابن ملجم کی گرفتاری کے بعد اسے سیراب کرنے کا حکم آپ ہی نے دیا ہے۔

● زہد کا یہ فلسفہ آپ ہی نے سمجھایا ہے کہ زہد اس امر کا نام نہیں ہے کہ انسان کسی چیز کا مالک نہ ہو۔ زہد اس امر کا نام ہے کہ کوئی چیز انسان کی مالک نہ بننے پائے اور اس کا اپنا اختیار اپنے ہاتھ میں رہے خواہشات کے ہاتھ میں نہ جانے پائے۔

<u>قرآنی اعتبار سے</u>۔ آیت ولایت و تطہیر و مباہلہ و بلّغ جیسی کم سے کم تین سو تیرہ آیتیں ہیں جن میں صراحت کے ساتھ آپ کے کمالات کا اعلان کیا گیا ہے۔ ویسے سارے قرآن کا محور و مرکز آپ ہی کی ذات گرامی ہے۔ چاہے آپ کا اپنا تذکرہ ہو یا دستوں کا ذکر ہو یا دشمنوں کا ذکر ہو۔ یہاں تک کہ ہر "یا ایہا الذین آمنوا" کا راس و رئیس آپ ہی کی ذات گرامی کو قرار دیا گیا ہے۔

<u>سیاسی اعتبار سے</u>۔آپ کی سیاست ہر دور کے لیے ایک مستقل نمونۂ عمل ہے، جس کے چند نمونے یہ ہیں:

● رسول اکرمؐ کے بعد سخت ترین حالات میں بھی آپ نے اپنے حق کے مطالبہ کے لیے تلوار نہیں اٹھائی جب کہ مذہب کے تحفظ کے لیے بدر سے لے کر حنین تک ہر میدان میں رہے اور بعد میں بغاوت کا مقابلہ کرنے کے لیے جمل و صفین و نہروان میں کمال شجاعت کا مظاہرہ کرتے رہے اور اس طرح پاکیزگیٔ نفس کا ایک بہترین نمونہ پیش فرمایا ہے۔

● اپنے جملہ حقوق کے غصب ہو جانے کے بعد بھی حکام وقت کو مشورہ دیتے رہے اور ان کی مشکل کشائی فرماتے رہے کہ اسلام کے معاملات کو شخصیت سے بالاتر ہونا چاہیے۔

● عثمانؓ کو محاصرہ کے دوران آب و دانہ فراہم کیا جب کہ انھوں نے براہ راست آپ کے

مقابلہ میں حکومت پر قبضہ کیا تھا۔

● جمل کی فتح کے بعد بھی عائشہ کو بصد احترام وطن پہونچا دیا کہ حرمتِ رسولؐ کا احترام بہر حال ضروری ہے چاہے خود شخصیت قابلِ احترام نہ رہ گئی ہو۔

● صفین کے موقع پر لشکر معاویہ نے پانی بند کر دیا۔ لیکن جب آپ کو نہر پر قبضہ ملا تو فوراً پانی کے عام ہونے کا اعلان کر دیا۔

● اسی جنگ میں قرآنوں کے نیزوں پر بلند ہو جانے کے بعد جیتی ہوئی جنگ کو روک دیا کہ اسلام میں فتوحات کا معیار ملک پر قبضہ نہیں ہے قرآن کی حاکمیت کا قائم کرنا ہے۔

● جناب شہربانو گرفتار ہو کر آئیں تو ان کے ساتھ کنیزوں جیسا برتاؤ کرنے کے بجائے انہیں اپنے عزیز ترین فرزند کی زوجیت کا شرف عنایت کر دیا جس نے ایک پوری قوم کے دل کو فتح کر لیا۔

● عمرو عاص نے میدانِ جنگ میں برہنگی کا حربہ اختیار کیا تو اسلامی قوانین کے احترام میں اسے نظر انداز کر دیا ورنہ وہ دُوہری سزا کا حق دار ہو چکا تھا۔

● سرِ اقدس پر ابن ملجم کی تلوار لگنے کے بعد "فُزْتُ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ" کا نعرہ لگا کر واضح کر دیا کہ اسلام میں کامیابی کا معیار دشمن کا گلا کاٹنا نہیں ہے بلکہ راہِ خدا میں اپنی قربانی پیش کر دینا ہے اور آخر وقت تک اطاعتِ خدا و رسولؐ میں زندگی بسر کرنا ہے۔

● فدک کے موقع پر خود دربار میں جانے کے بجائے صدیقہ طاہرہؑ کو دعویٰ پیش کرنے کے لیے بھیج دینا اتمامِ حجت کی بہترین سیاست ہے جس سے بہتر کوئی راستہ اختیار نہیں کیا جا سکتا۔ اس واقعہ سے یہ بات بالکل واضح ہو گئی کہ امت کے پاس نہ آیاتِ قرآن کا احترام ہے اور نہ قرابتِ رسولؐ کا۔ جو قوم اپنے نبیؐ کی بیٹی کے وسیلۂ حیات پر قبضہ کر کے اسے فاقوں پر مجبور کر سکتی ہے اس سے کس شرافت اور احسان مندی کی توقع کی جا سکتی ہے۔

● آپ کے سامنے دنیا مختلف شکلوں میں آتی رہی لیکن ہر مرتبہ ٹھکرا دیا اور جب تک مذہب کی ضرورت پیش نہیں آئی تختِ حکومت کی طرف مڑ کر بھی دیکھنے کا ارادہ نہیں کیا بلکہ صفین کے موقع پر تو مقام ذی قار میں اپنی بوسیدہ نعلین کی مرمت فرماتے ہوئے ابن عباسؓ سے فرما دیا کہ میری نگاہ میں یہ جوتیاں تمہارے تخت و تاج سے کہیں زیادہ قیمت رکھتی ہیں۔ دنیا کو تین مرتبہ طلاق دینے کا

مفہوم ہی یہ ہے کہ دنیا برابر قدموں میں آتی رہی لیکن آپ اس کی طرف سے برابر اعراض فرماتے رہے۔

● دنیا کی نعمتوں کے بارے میں آپ کا یہ ارشادِ گرامی ہمیشہ یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اس سے آپ کی سیاست کی بنیادوں کا بھی اندازہ ہو جاتا ہے اور دنیا والوں کو زندہ رہنے کا بہترین سبق بھی حاصل ہوتا ہے۔

فرماتے ہیں کہ:

دنیا کی بہترین غذا شہد ہے جو ایک جانور کا فضلہ ہے۔

دنیا کا بہترین مشروب پانی ہے جو زمین پر بہتا پھرتا ہے۔

دنیا کی بہترین لذت جنسی لذت ہے جس کا خلاصہ نجاست کا نجاست سے اتصال ہے۔

دنیا کا بہترین لباس ریشم ہے جو ایک جانور کے جسم کا فاضل حصہ ہے۔

دنیا کی بہترین سواری گھوڑا ہے جو جنگ و جدال کا مرکز ہے۔

دنیا کی بہترین سونگھنے کی چیز مشک ہے جو ایک جانور کا جما ہوا خون ہے۔

دنیا کی بہترین سننے کی آواز گانا ہے جو نگاہِ قدرت میں انتہائی ناپسندیدہ اور حرام ہے۔

ظاہر ہے کہ دنیا کی ایسی معرفت جسے بھی حاصل ہو جائے وہ اپنا مقصدِ حیات نہ دولت کو بنا سکتا ہے اور نہ ریاست کو۔ اس کی نگاہ میں نہ راحتِ دنیا کی کوئی حیثیت ہے اور نہ نعماتِ دنیا کی۔ یہ تو انسان کی بے معرفتی ہے کہ اپنی سیاست کا محور دنیا کو بنائے ہوئے ہے اور اپنے سے پست تر مقصد پر جان دے رہا ہے۔ اس سلسلہ میں امیر المومنینؑ کا یہ ارشادِ گرامی بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ "دنیا کی مثال ایک سانپ کی جیسی ہے جس کا ظاہر انتہائی نرم و نازک ہوتا ہے اور باطن انتہائی سمِ قاتل ـــــ رب العالمین ہر بندۂ مومن کو یہ عرفان عطا فرمائے اور اس ہدایت پر عمل کرنے کی توفیق عنایت فرمائے۔

ادبی اعتبار سے

آپ کے کلام کا وہ مجموعہ جسے سید شریف رضیؒ نے جمع فرمایا ہے اور جسے بجا طور پر نہج البلاغہ کا نام دیا گیا ہے، فصاحت و بلاغت کا وہ شاہکار ہے جس کے بارے میں علماءِ لغت و ادب نے "تحت کلام الخالق و فوق کلام المخلوق" کہہ کر قلم رکھ دیا ہے کہ اس سے زیادہ جامع تعریف کا امکان

نہیں ہے۔

یہ مجموعہ اگرچہ مکمل نہیں ہے اور اس کے بعد مستدرک نہج البلاغہ کے نام سے دوسرا مجموعہ بھی تیار کیا گیا ہے لیکن اس کے باوجود بہترین مجموعہ ہے جو ترتیب و تبویب اور سند و ثبوت کے اعتبار سے بھی بہترین درجہ کا مالک ہے، اور بہت سے علماء نے اس کے ایک ایک خطبہ کے مدرک و ماخذ کا بھی سراغ لگایا ہے اور اس کی مکمل نشان دہی کی ہے جو مدارک نہج البلاغہ اور استناد نہج البلاغہ وغیرہ کے نام سے مشہور ہے۔

بعض علماء اسلام نے اپنے مخصوص نظریات کی بنا پر اس کے بعض خطبوں کے بارے میں تشکیک کرنا چاہی ہے اور یہ ظاہر کرنا چاہا ہے کہ یہ امیرالمومنینؑ کا کلام نہیں ہے بلکہ سید رضیؒ نے اپنی طرف سے تیار کر کے حضرت کی طرف منسوب کر دیا ہے۔ لیکن اس کا واضح سا جواب یہ دیا گیا ہے کہ اولاً تو اس خطبہ شقشقیہ کے کلمات کا تذکرہ سید رضیؒ کی پیدائش سے پہلے کے علماء کے بیانات میں بھی پایا جاتا ہے لہٰذا ان کی تصنیف ہونے کا کوئی سوال ہی نہیں ہے۔

اور دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ ارباب بلاغت اس حقیقت سے بخوبی واقف ہیں کہ سید رضیؒ یا کوئی بھی دوسرا شخص اگر اس انداز کا کلام پیش کرنا چاہے تو اس کے حدود امکان سے باہر ہے۔ سید رضیؒ کا اپنا نظم و نثر کا کلام بھی محفوظ ہے اور امیرالمومنینؑ کی نہج البلاغہ بھی موجود ہے۔ دونوں کا موازنہ کرنے کی صلاحیت رکھنے والے اہل فن جانتے ہیں کہ دونوں کے درمیان زمین و آسمان کا فرق ہے اور ایک کے کلام کو دوسرے کی طرف ہرگز منسوب نہیں کیا جا سکتا ہے۔

نہج البلاغہ کے تین حصے ہیں۔ ایک حصہ میں حضرت کے خطبات ہیں جو کل یا جزر کی شکل میں جمع کیے گئے ہیں۔ دوسرے حصہ میں آپ کے مکتوبات ہیں جنھیں خط یا فرمان یا وصیت کی شکل میں تحریر کیا گیا ہے اور تیسرے حصہ میں متفرق کلمات ہیں جو جوامع الکلم کی حیثیت رکھتے ہیں اور جن کے ہر فقرہ میں مطالب کا ایک سمندر ہے یا حکمتوں کا ایک صحیفہ ہے جسے نقطہ میں سمیٹ دیا گیا ہے۔

اولاد و ازواج

شیخ مفید علیہ الرحمہ کے بیان کے مطابق آپ کی ۲۷ اولاد تھی،

امام حسنؑ، امام حسینؑ، جناب زینب کبریٰ اور جناب زینب صغریٰ المعروفہ بام کلثوم۔ جن کی والدہ گرامی جناب فاطمہ زہراؑ تھیں اور جن میں سے جناب زینب کا عقد حضرت عبداللہ بن جعفر سے ہوا تھا جن کے دو فرزند عون اور محمد واقعۂ کربلا میں درجۂ شہادت پر فائز ہوئے اور جناب ام کلثوم کا عقد محمد بن جعفر سے ہوا جن سے کوئی اولاد نہ ہو سکی۔

ان چار اولاد کے علاوہ ایک محسن ہیں جنھیں شکم مادر ہی میں شہید کر دیا گیا اور جن کا نام پیغمبر اسلامؐ نے قبل ولادت محسن قرار دیا تھا۔

محمد۔ جن کی کنیت ابوالقاسم ہے اور جن کی والدہ خولہ حنفیہ تھیں۔ اپنے وقت کے نہایت درجہ شجاع و بہادر انسان تھے یہاں تک کہ مولائے کائنات کے سامنے ایک زرہ کے طولانی ہو جانے کی بنا پر اسے ہاتھ سے کھینچ کر توڑ دیا۔ آپ کی پیدائش کی بشارت سرکار دو عالمؐ نے دی تھی اور اپنا نام اور اپنی کنیت بھی عنایت فرمائی تھی۔ دور خلافت دوم میں پیدا ہوئے اور دور عبدالملک بن مروان میں پینسٹھ ۶۵ سال کی عمر میں انتقال فرمایا۔

ان کی اولاد کی تعداد ۲۴ تھی اور چودہ ۱۴ ان میں سے فرزند تھے جن کی نسل کافی بڑھی اور مختلف اطراف واکناف میں پھیل گئی۔

عمر و رقیہ کبریٰ ــــ جن کی والدہ ام حبیب بنت ربیعہ تھیں۔

عباس، جعفر، عثمان، عبداللہ اکبر۔ جن کی والدہ کا نام ام البنین فاطمہ کلابیہ تھا جن سے امیرالمومنینؑ نے جناب عقیل کے مشورہ کی بنا پر عقد کیا تھا کہ عرب میں اس سے بہادر خاندان نہیں ہے اور جس رشتہ کی بنا پر شمر ملعون نے ان حضرات کو بھانجا کہہ کر پکارا تھا کہ اس کا تعلق بھی بنی کلاب سے تھا۔

محمد اصغر، عبداللہ۔ ان دونوں کی والدہ لیلیٰ بنت مسعود دارمیہ تھیں اور یہ دونوں کربلا میں شہید ہو گئے۔ محمد کی کنیت ابوبکر بھی تھی۔

یحییٰ۔ ان کی والدہ جناب اسماء بنت عمیس تھیں۔

ام محسن، رملہ۔ ان دونوں کی والدہ ام سعید بنت عروہ بن مسعود ثقفی تھیں، اور یہ رملہ، رملہ کبریٰ ہیں۔

نفیسہ، زینب صغریٰ، رقیہ صغریٰ۔ ان تینوں کی والدہ بقول ابن شہر آشوب ام سعید بنت

عروہ تھیں اور ام محسن اور رملہ کی والدہ کا نام ام شعیب مخزومیہ تھا۔ نفیسہ کو ام کلثوم صغریٰ بھی کہا جاتا تھا، اور اس طرح حضرت کی اولاد میں متعدد زینب اور متعدد ام کلثوم تھیں۔ رقیہ صغریٰ کا عقد جناب مسلم بن عقیل سے ہوا تھا۔

ام ہانی، ام الکرام، جمانہ، امامہ، ام سلمہ، میمونہ، خدیجہ، فاطمہ۔

بعض مورخین نے اولاد کی تعداد ۳۶ بتائی ہے ۱۸ فرزند اور ۱۸ دختر۔

مذکورہ بالا تفصیل سے ازواج مطہرات کی فہرست بھی معلوم ہوگئی۔ لیکن یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ ان تمام ازواج میں کسی کا مرتبہ جناب فاطمہ زہراؑ کے برابر نہیں ہے اور آپ نے ان کی موجودگی میں کوئی دوسرا عقد اسی طرح نہیں کیا تھا جس طرح رسول اکرمؐ نے جناب خدیجہ کی زندگی میں کوئی دوسرا عقد نہیں کیا تھا، اور یہ ان دونوں خواتین کا ایک مخصوص امتیاز ہے جو قدرت کی طرف سے عنایت ہوا تھا۔

امیرالمومنینؑ کی شہادت کے وقت ان تمام ازواج میں صرف چار خواتین موجود تھیں باقی اٹھارہ ام ولد تھیں۔ ان چار خواتین کے اسماء گرامی یہ ہیں: امامہ، اسماء بنت عمیس، لیلیٰ التیمیہ، ام البنین۔

امامہ جناب فاطمہؑ کی رشتہ کی بہن جناب زینب کی بیٹی تھیں اور امیرالمومنینؑ نے صدیقہ طاہرہ کی وصیت کی بنا پر سب سے پہلے انھیں سے عقد کیا تھا۔

امیرالمومنینؑ کی نسل کا ایک سلسلہ محمد الحنفیہ سے چلا ہے اور ایک عباس علمدار سے۔ عباس علمدار کے فرزند عبیداللہ کے فرزند حسن بن عبیداللہ تھے۔ اور ان کے پانچ فرزند تھے۔ عبیداللہ بن الحسن جو امیر مکہ و مدینہ بھی تھے، عباس جو بہترین خطیب تھے، حمزہ الاکبر، ابراہیم، فضل۔

فضل کے تین فرزند تھے، جعفر، عباس اکبر، محمد۔

حمزہ الاکبر کی نسل میں بہت سے صاحبان علم وفضل وکمالات وکرامات گذرے ہیں جن میں معروف ومشہور شخصیت جناب حمزہ بن قاسم بن علی بن حمزہ الاکبر کی ہے، جن کا مزار حلہ کے قریب ہے اور مرجع خلائق بنا ہوا ہے۔

اصحاب کرامؓ

یوں تو رسول اکرمؐ کے بعد سخت ترین حالات میں بھی امیرالمومنینؑ کا ساتھ دینے والے افراد

بے شمار تھے اور بعض اوقات میدانِ جہاد میں یہ تعداد لاکھ کے قریب پہونچ جاتی تھی۔ لیکن اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ بیعت کرنے والے یا جنگ میں شرکت کرنے والے افراد اور ہوتے ہیں اور باکمال اصحاب باوفا اور ـــ ذیل میں انھیں باکمال اور باوفا اصحاب میں سے چند ایک کا مختصر تعارف پیش کیا جارہا ہے۔ مفصل حالات کے لیے اس موضوع پر لکھی جانے والی کتابوں کا مطالعہ کرنا ہوگا۔

اصحاب امیرالمومنینؑ میں بعض وہ افراد بھی ہیں جن کا شمار اصحاب رسول اکرمؐ میں بھی ہوتا ہے اور اُن کا تذکرہ اس ذیل میں ہوچکا ہے۔ لہذا ان کے اسماء کی تکرار نہ ہوگی، اگرچہ ان کا مرتبہ ان تمام ذکر ہونے والے افراد سے بالاتر ہے اور کوئی صحابی سلمان محمدی کی منزل تک نہیں پہونچ سکتا ہے۔

۱۔ اصبغ بن نُباتہ

یہ خواص اصحاب امیرالمومنینؑ میں تھے اور آپ کے ذخائر میں شمار ہوتے تھے۔ امیرالمومنینؑ کی فوج میں بعض افراد تھے جنھوں نے آپ سے وفاداری کا عہد کیا تھا اور آپ نے ان سے جنّت کا وعدہ کیا تھا۔ ان افراد کو شرطۃ الخمیس کہا جاتا تھا۔ خمیس لشکر کا نام ہوتا ہے کہ اس میں میمنہ، میسرہ، قلب، مقدمہ اور ساقہ پانچ حصے ہوتے ہیں اور شرطہ اسے باہمی شرط اور قرارداد کی بنا پر کہا جاتا ہے۔ اصبغ بن نباتہ انھیں افراد میں شامل تھے۔ بعض علماء اسلام نے ان کی روایات کو صرف اس جرم میں ناقابلِ اعتبار قرار دیا ہے کہ یہ حضرت علیؑ کی محبت میں دیوانے ہورہے تھے۔

۲۔ اویس قرنی

رسول اکرمؐ نے ان کی بے حد مدح فرمائی ہے اور ان سے ملاقات کا اشتیاق ظاہر فرمایا ہے اور یمن سے آنے والی خوشبوئے رحمان سے تعبیر کیا ہے۔ ماں سے ایک ساعت کی اجازت لے کر یمن سے مدینہ سرکار دوعالمؐ کی ملاقات کے اشتیاق میں آئے۔ حضورؐ موجود نہ تھے۔ ماں کی اطاعت کے خیال سے بلاملاقات واپس چلے گئے۔ حضورؐ نے اس جذبہ کی بے حد قدر کی اور فرمایا کہ اویس کو قبیلہ ربیعہ و مُضر کے برابر شفاعت کرنے کا حق دیا جائے گا۔

اویس پوری پوری رات رکوع یا سجود میں گذار دیا کرتے تھے۔ زہاد ثمانیہ میں شمار ہوتے تھے۔ صفین میں امیرالمومنینؑ کی رکاب میں جہاد کرتے رہے یہاں تک کہ شہید ہوگئے۔ (مقام رقہ [شام]

میں آجکل حکومت ایران کے زیر نگرانی عظیم الشان مقبرہ تعمیر ہو رہا ہے۔ حقیر کو چند بار زیارت کا شرف حاصل ہوا ہے)۔

واضح رہے کہ زہاد ثمانیہ میں ربیع بن خثیم، ہرم بن حیان، اویس قرنی، عامر بن عبد قیس، ابو مسلم خولانی، مسروق بن الاجدع، حسن بن ابی الحسن، اسود بن یزید کا شمار کیا جاتا ہے، جن میں ابتدائی چار افراد امیرالمومنینؑ کے مخلصین میں تھے اور باقی چار اہل باطل میں شمار ہوتے ہیں۔

۳۔ حارث بن عبداللہ الاعور الہمدانی

یمن کے قبیلہ ہمدان کی ایک نمایاں فرد اور امیرالمومنینؑ کے مخصوص اصحاب میں تھے۔ ان کی روایتیں سنن اربعہ میں بھی درج کی گئی ہیں اور ان کو افقہ الناس، افرض الناس اور احسب الناس شمار کیا جاتا ہے۔ ایک شب امیرالمومنینؑ کی ملاقات کے اشتیاق میں اچانک وارد ہوگئے تو آپ نے فرمایا کہ تم پریشان نہ ہو میں خود ہر چاہنے والے کے سرھانے وقت آخر حاضر ہوتا ہوں تاکہ دنیا سے مطمئن اور مسرور رخصت ہو۔

واضح رہے کہ جناب شیخ بہائیؒ انھیں حارث ہمدانی کی نسل سے تھے، اس لیے کبھی کبھی انھیں حارثی بھی لکھا جاتا ہے۔ مزید یہ کہ امیرالمومنینؑ کے دور سے امام صادقؑ کے دور تک ہَمْدانی (میم ساکن) قبیلہ ہمدان کی طرف اشارہ تھا۔ اس کے بعد سے ہَمَدان شہر کی طرف نسبت کا بھی احتمال پایا جاتا ہے جسے ہمدان بن فلوح بن سام بن نوح نے آباد کیا تھا۔

۴۔ حُجر بن عدی الکندی الکوفی

امیرالمومنینؑ کے اصحاب ابدال میں شمار ہوتے تھے اور روزانہ ہزار رکعت نماز ادا کرتے تھے۔ صفین میں قبیلۂ کندہ کے علمبردار تھے اور نہروان میں پورے لشکر امیرالمومنینؑ کے سردار تھے، معاویہ کے ایک والی نے انھیں حضرت علیؑ پر لعنت کرنے کی دعوت دی۔ انھوں نے منبر پر جا کر خود معاویہ اور اس کے گورنر پر لعنت کی جس کے نتیجہ میں ۵۱ھ میں شہید کر دیے گئے اور ان کے ساتھ حسب ذیل حضرات بھی درجۂ شہادت پر فائز ہوئے:

شریک بن شداد حضرمی، صیفی بن شبل الشیبانی، قبیصہ بن ضبیعہ العبسی، محرز بن شہاب المنقری، کدام بن حیان العنزی، عبدالرحمان بن حسان العنزی۔ ان تمام حضرات کی قبر مرج عذرا میں دمشق

کے قریب ہے۔

رسول اکرمؐ نے مرج عذرا میں بعض مقربین بارگاہ احدیت کی شہادت کی خبر دی تھی جس کی بنا پر عائشہ نے معاویہ سے شدید احتجاج کیا۔ لیکن اس احتجاج کا کیا اثر ہوا؟

۵۔ رُشید ہجری

امیرالمومنینؑ کے اصحاب خاص اور حاملان اسرار میں شمار ہوتے تھے۔ چنانچہ میثم تمار اور حبیب بن مظاہر ایک دوسرے کو اس کی شہادت کی خبر دے رہے تھے تو لوگ حیرت زدہ تھے کہ رُشید آگئے اور انھوں نے یہ اضافہ کر دیا کہ حبیب کا سر لانے والے کو زیادہ انعام دیا جائے گا تو لوگوں نے مزید حیرت کا اظہار کیا۔ لیکن بالآخر تمام خبریں صحیح ثابت ہوئیں۔ ابن زیاد نے طلب کرکے حضرت علیؑ سے برأت کی دعوت دی۔ فرمایا کہ یہ ناممکن ہے۔ مولاؑ نے مجھے خبر دی ہے کہ ان کی محبت میں ہاتھ پاؤں اور زبان سب قطع ہوں گے اور سولی دی جائے گی۔ ابن زیاد نے ہاتھ پاؤں کاٹ کے زبان کاٹنے سے انکار کر دیا۔ رشید نے علوم علویہ کی اشاعت شروع کر دی تو مجبوراً زبان بھی قطع کر دی۔ صَدَقَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ۔

۶۔ زید بن صوحان العبدی

ان کا شمار اصحاب و ابدال میں ہوتا تھا۔ جنگ جمل میں درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔ عائشہ نے ماں ہونے کے رشتے سے جنگ جمل میں شرکت کی دعوت دی۔ تو جواب میں لکھا کہ مجھے ایسی بات کا حکم دے رہی ہیں جو خلاف مرضی خدا ہے، اور خود اس بات کو ترک کر دیا ہے، جو عین مرضی خدا تھی، (قَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ)۔

مسجد زید کوفہ کی مشہور مساجد میں ہے۔ رسول اکرمؐ نے انھیں بشارت دی تھی کہ تمھارا ایک عضو تم سے پہلے جنت میں داخل ہوگا۔ چنانچہ جنگ نہاوند میں ان کا ایک ہاتھ شہید ہوا۔

۷۔ سلیمان بن صُرَد الخزاعی

جاہلیت میں ان کا نام یسار تھا۔ رسول اکرمؐ نے سلیمان کر دیا تھا۔ صفین میں امیرالمومنینؑ کے ساتھ رہے۔ یزید کے حاکم بننے کے بعد اپنے گھر میں اجتماع کرکے امام حسینؑ کو کوفہ آنے کی دعوت دی لیکن کربلا میں نصرت امام نہ کر سکے جس کے نتیجہ میں ۶۵ھ میں توابین کی ایک جماعت لے کر

انتقام کربلا کے لیے قیام کیا۔ اُدھر سے شام کا تیس ہزار کا لشکر روانہ ہوا۔ راستہ میں دونوں لشکروں میں شدید جنگ ہوئی اور سلیمان حصین بن نمیر کے تیر سے شہید ہو گئے۔ اس کے بعد تقریباً تمام ساتھی درجہ شہادت پر فائز ہو گئے۔

۸۔ سہل بن حُنیف انصاری

بدر و احد کے معرکوں میں بھی شریک ہوئے اور صفین میں امیرالمومنینؑ کے ساتھ رہے۔ صفین سے واپسی پر کوفہ میں انتقال کیا۔ امیرالمومنینؑ نے نماز جنازہ میں ۲۵ تکبیریں کہیں، اور فرمایا کہ سہل کے لیے ۷۰ تکبیریں بھی روا ہیں۔ جنگ جمل کے لیے روانگی کے وقت امیرالمومنینؑ نے انھیں مدینہ کا حاکم بنا دیا تھا۔

۹۔ صعصعہ بن صوحان العبدی

امام صادقؑ کا ارشاد ہے کہ اصحاب امیرالمومنینؑ میں ان کے حق کی مکمل معرفت رکھنے والے صرف صعصعہ اور ان کے ساتھی تھے، رسول اکرمؐ کے زمانے کے مسلمان تھے، لیکن حضرت کی خدمت میں باریاب نہ ہو سکے تھے۔ معاویہ کوفہ وارد ہوا تو لوگوں نے اس سے امان طلب کی۔ صعصعہ گئے تو اس نے کہا کہ تمھارے لیے امان نہیں ہے جب تک منبر پر جاکر علیؑ پر لعنت نہ کرو۔ صعصعہ نے منبر پر جاکر معاویہ پر لعنت کر دی جس کے نتیجہ میں کوفہ سے نکال باہر کر دیے گئے۔

۱۰۔ ابوالاسود ظالم بن ظالم الدئلی

صاحبانِ علم و فضل میں سے تھے۔ امیرالمومنینؑ نے انھیں علم نحو تعلیم کیا تھا اور قرآن مجید پر نقطہ و اعراب لگانے کی تعلیم دی تھی۔ معاویہ نے ان کے یہاں حلوہ بھیجا تو پانچ چھ برس کی بچی نے کھانا چاہا۔ فرمایا کہ یہ حلوہ محبت علیؑ سے دستبرداری کی اجرت کے طور پر بھیجا گیا ہے۔ بچی نے برجستہ کہا، خدا اُس کا بُرا کرے۔ حلوہ مزعفر کے ذریعہ سید مطہرؑ سے جدا کرنا چاہتا ہے۔ خدا بھیجنے والے اور کھانے والے دونوں کو غارت کرے۔ سنہ ۶۹ھ میں ۸۵ سال کی عمر میں بصرہ کے طاعون میں انتقال کیا۔

۱۱۔ عبداللہ بن جعفر الطیار

سرزمین حبشہ پر پیدا ہونے والا پہلا مسلمان فرزند۔ جو ہجرت کے بعد اپنے پدر بزرگوار کے ساتھ مرسل اعظمؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حاضر رہے۔ جعفر طیار کی شہادت پر رسول اکرمؐ

نے باقاعدہ گریہ و زاری کرتے ہوئے تعزیت پیش فرمائی اور جناب اسماء بنت عمیس سے فرمایا کہ ان بچوں کا میں والی و وارث ہوں۔

جناب عبداللہ بے حد کریم اور سخی انسان تھے۔ ان کی سخاوت ضرب المثل تھی۔ بعض لوگوں نے تنقید کی تو فرمایا کہ خدا نے مجھے اپنے کرم کا عادی بنا دیا ہے اور میں نے فقیروں کو اپنی سخاوت کا عادی بنا دیا ہے۔ اب خطرہ یہ ہے کہ اگر میں ہاتھ روک لوں تو کہیں میرا پروردگار بھی اپنا ہاتھ نہ روک لے۔ سنہ ۸۰ھ میں مدینہ میں انتقال فرمایا۔ کہا جاتا ہے کہ آپ کی اولاد کی تعداد ۲۰ یا ۲۴ تھی جن میں سے جناب عون و محمد بھی ہیں جو کربلا میں شہید ہوئے تھے۔

۱۲۔ عدی بن حاتم الطائی

سنہ ۱۰ھ میں اسلام لائے، اور ان کے اسلام کا سبب یہ تھا کہ سنہ ۹ھ میں لشکر اسلام نے جبل طے پر حملہ کیا، وہاں کے بُت خانہ کو تباہ کیا اور لوگوں کو قیدی بنا لیا۔ عدی شام کی طرف فرار کر گئے، ان کی بہن اسیر ہو گئی۔ مدینہ پہونچنے کے بعد رسول اکرمؐ سے فریاد کی کہ باپ مر گیا، بھائی فرار کر گیا اب آپ کرم کریں۔ آپؐ نے فرمایا کہ کوئی معتبر آدمی مل گیا تو تمھیں تمھارے بھائی کے پاس روانہ کر دوں گا۔ چند روز کے بعد قبیلہ قضاعہ کی ایک جماعت آگئی۔ آپ نے حسب خواہش ان کے ساتھ شام روانہ کر دیا، وہاں بہن نے بھائی سے اخلاق نبویؐ کا ذکر کیا، عدی فوراً مدینہ کے لیے روانہ ہو گئے۔ یہاں رسول اکرمؐ نے انتہائی احترام کا برتاؤ کیا اور اپنی مسند پر جگہ دی جس کے نتیجہ میں اسلام قبول کر لیا اور پھر حضرت علیؑ کے ساتھ جمل و صفین و نہروان میں شریک جہاد رہے۔ سنہ ۶۸ھ میں کوفہ میں انتقال فرمایا۔

ایک مرتبہ معاویہ کے پاس گئے تو اس نے طنز کیا کہ تمھارے فرزند کہاں ہیں؟ کہا کہ حضرت علیؑ کے ساتھ صفین میں شریک ہوئے اور قتل ہو گئے۔ معاویہ نے کہا کہ علیؑ نے انصاف نہیں کیا کہ تمھارے بیٹوں کو قتل کرا دیا اور اپنی اولاد کو بچا لیا۔ فرمایا معاویہ میں نے علیؑ کے ساتھ انصاف نہیں کیا کہ وہ شہید ہو گئے اور میں زندہ رہ گیا۔

۱۳۔ عمرو بن الحمق الخزاعی

بندہ صالح پروردگار اور حوارین امیرالمومنینؑ میں شمار ہوتے تھے۔ تمام جنگوں میں

حضرت کے ساتھ رہے۔ زیاد نے ان کی گرفتاری کا حکم دے دیا تو موصل چلے گئے، وہاں ایک غار میں پناہ لی تو سانپ نے کاٹ لیا اور انتقال فرماگئے۔ زیاد کے سپاہیوں نے لاش کو دیکھا تو سر کاٹ کر زیاد کے پاس لائے۔ اس نے معاویہ کے پاس بھیج دیا اور اس نے نیزہ پر چڑھا دیا جو اسلام کا پہلا سر تھا جو نوکِ نیزہ پر بلند کیا گیا جس کے بارے میں امام حسینؑ نے معاویہ کو سخت احتجاجی خط روانہ فرمایا۔

ایک مرتبہ عمرو نے رسول اکرمؐ کی خدمت میں پانی پیش کیا تو حضرت نے دعا دی جس کے نتیجہ میں ۸۰ سال کی عمر تک ایک بال بھی سفید نہیں ہوا تھا۔

۱۴۔ قنبر

امیرالمومنینؑ کے مخصوص غلاموں میں سے تھے۔ حجاج ثقفی نے گرفتار کرایا تو پوچھا کہ علیؑ کے یہاں تمھارا کیا کام تھا؟ فرمایا کہ وضو کا پانی حاضر کرتا تھا اور حضرت وضو کرنے کے بعد اس آیت کی تلاوت کرتے تھے کہ ظالموں کا سلسلہ بہرحال ختم ہونے والا ہے۔ حجاج نے کہا کہ اس سے شاید میری ذات کو مراد لیتے تھے۔ فرمایا بے شک! کہا کہ اگر تمھیں قتل کردوں تو کیا ہوگا؟ فرمایا میں نیک بخت ہوں گا اور تو شقی و بدبخت۔ حجاج نے غیظ میں آکر قتل کا حکم دے دیا۔

۱۵۔ کمیل بن زیاد النخعی

امیرالمومنینؑ کے مخصوص اصحاب اور حاملانِ اسرار میں شمار ہوتے تھے۔ دعائے کمیل ان کی عظمت و جلالت کے لیے کافی ہے۔ حجاج ثقفی نے والیِ عراق ہونے کے بعد ان کی گرفتاری کا حکم دے دیا تو روپوش ہوگئے۔ اس نے ان کی قوم کا وظیفہ بند کردیا۔ کمیل کو اطلاع ملی تو حجاج کے دربار میں پہونچ گئے کہ میں قوم کے رزق کے بند کرانے کا ذریعہ نہیں بن سکتا۔ حجاج نے کہا کہ میں تو تمھیں سزا دینے کے لیے تلاش کررہا تھا۔ فرمایا ضرور ضرور۔ میری زندگی میں اب صرف چند دن باقی رہ گئے ہیں، اس کے بعد ہم تم دونوں مالک حقیقی کی بارگاہ میں حاضر ہوں گے۔ حجاج نے ان کے قتل کا حکم دے دیا اور ۸۳ھ میں ۹۰ سال کی عمر میں شہید کردیے گئے۔ نجف و کوفہ کے درمیان آپ کا مزار مبارک معروف ہے۔

۱۶۔ مالک بن الحارث الاشتر النخعی

امیرالمومنینؑ کے مخصوص ترین اصحاب میں سے تھے اور اپنے دَور کے سب سے بڑے شجاع

اور بہادر تھے۔ امیرالمومنینؑ نے انھیں مصر کا گورنر بنا کر روانہ کیا تو معاویہ نے راستہ کے ایک شخص کو ۲۰ سال خراج کی معافی کا وعدہ دے کر شہد میں زہر دلوا دیا اور مقام عریش پر زہر دغا سے شہید ہوگئے۔ جنازہ مدینہ لاکر دفن کیا گیا۔ امیرالمومنینؑ نے اس حادثہ پر انتہائی تاسف کا اظہار کیا۔ اور فرمایا کہ مالک میرے لیے ویسے ہی تھے جیسے میں رسول اللہ کے لیے تھا۔

اس شجاعت کے باوجود تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ بازار کوفہ میں ایک شخص نے کوڑا پھینک دیا تو خاموشی سے آگے بڑھ گئے۔ کسی شخص نے دیکھ لیا اور اُس شخص کو تنبیہ کی کہ یہ مالک اشتر تھے، وہ معذرت کے لیے دوڑا۔ دیکھا مسجد میں مصروف نماز ہیں، نماز کے بعد قدموں پر گر پڑا۔ فرمایا کہ میں تو تیرے حق میں استغفار کررہا تھا کہ تو نے عظیم گناہ کا ارتکاب کیا ہے۔

امیرالمومنینؑ نے مالک اشتر کو جو عہدنامہ لکھ کر دیا تھا وہ آج تک دنیا کے ہر حاکم کے لیے بہترین نظام حکومت ہے جس پر عمل کیے بغیر عدل و انصاف کا قیام ناممکن ہے۔

۱۷۔ محمد بن ابی بکر بن ابی قحافہ

حجۃ الوداع کے سفر میں ان کی ولادت ہوئی تھی۔ والدہ گرامی اسماء بنت عمیس تھیں، جو پہلے جناب جعفر طیار کی زوجہ تھیں اور ابوبکرؓ کے بعد حضرت علیؑ سے عقد کیا جس کی بنا پر محمد کی تربیت حضرت علیؑ کے زیر سایہ ہوئی اور آپ فرمایا کرتے تھے کہ محمد میرا فرزند ہے، اگرچہ ابوبکرؓ کے صلب سے ہے۔ امیرالمومنین نے ۳۶ھ میں مصر کا حاکم بنایا تو معاویہ نے عمرو عاص، معاویہ بن خدیج، ابوالاعور سلمی جیسے افراد کو مصر روانہ کردیا۔ ان لوگوں نے سازش کرکے محمد کو گرفتار کرلیا اور شہید کرکے جسم کو گدھے کی کھال میں رکھ کر جلا دیا۔ جس کے غم میں حضرت عائشہ نے تاحیات بھنا گوشت نہیں کھایا اور برابر معاویہ، عمرو عاص اور ابن خدیج پر لعنت کرتی رہیں۔

معاویہ نے ان کی شہادت پر انتہائی مسرت کا اظہار کیا اور امیرالمومنینؑ نے انتہائی غم کا مظاہرہ فرمایا۔

محمد کے مادری بھائیوں میں عبداللہ اور محمد و عون بن جعفر ہیں، اور پدری بہن حضرت عائشہ تھیں، اور محمد کے فرزند قاسم مدینہ کے فقہاء میں شمار ہوتے تھے جو امام جعفر صادقؑ

کے مادری جد شمار ہوتے تھے۔

۱۸۔ میثم بن یحییٰ تمّار

امیرالمومنینؑ کے صاحب اسرار تھے اور اس قدر علم قرآن کے مالک تھے کہ ابن عباس کو درس قرآن دیا کرتے تھے اور وہ ان کے بیانات کو ضبط کیا کرتے تھے۔ ایک دن کشتی سے سفر کر رہے تھے، تیز آندھی چلی تو فرمایا کہ معاویہ دنیا سے رخصت ہو گیا ہے اور بعد میں اس بیان کی تصدیق ہو گئی۔ امیرالمومنینؑ کے زر خرید غلام تھے۔ حضرت نے خریدنے کے بعد نام پوچھا تو کہا کہ سالم۔ فرمایا کہ رسول اکرمؐ نے تمہارا اصلی نام میثم بتایا ہے لہٰذا نام وہی ہوگا اور کنیت ابو سالم ہو گی۔ حضرتؑ کی خبر کے مطابق ابن زیاد نے آپ کو سولی دے دی۔ اور امام حسینؑ کے وارد عراق ہونے سے ۱۱ روز قبل ۲۲ ذی الحجہ کو درجۂ شہادت پر فائز ہو گئے۔

۱۹۔ ہاشم بن عتبہ بن ابی وقاص المرقال

تیز حملوں کی بنا پر مرقال لقب ہو گیا تھا۔ روز فتح مکہ مسلمان ہوئے اور صفین میں امیرالمومنینؑ کے ہمرکاب رہے۔ صفین ہی میں شہید ہوئے اور ان کے ساتھ ان کے فرزند عتبہ بن ہاشم بھی درجۂ شہادت پر فائز ہوئے۔

عَلیٌّ وَلِیُّ اللہِ

اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ ولایت علیؑ کا اقرار کیے بغیر ایمان کی تکمیل ممکن نہیں ہے۔ از روئے قرآن علیؑ اللہ کے ولی ہیں، اور علی کی ولایت کا اقرار جزو ایمان ہے، علیؑ کی ولایت کا اعلان فرض ایمان ہے اور علیؑ کی ولایت کے تقاضوں پر عمل کرنا شان اسلام و ایمان ہے۔

دور حاضر میں جہاں بہت سے دوسرے فتنوں نے جنم لیا ہے۔ ان میں سے ایک فتنۂ سنت و بدعت بھی ہے، جہاں بعض مسلمانوں کو ہر شے بدعت نظر آتی ہے اور ان کا خیال یہ ہے کہ قرآن مجید نے غیر خدا کو ولی بنانے سے انکار کیا ہے لہٰذا علیؑ کو ولی تسلیم کرنا خلاف قرآن و سنت اور بدعت ہے، اور بدعت کا انجام جہنم ہے۔ اس سلسلہ میں بہت سی آیتوں کو بھی توڑ مروڑ کر پیش کیا جاتا ہے۔ اور ان سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے کہ غیر خدا ولی نہیں ہو سکتا اور غیر خدا کو ولی بنانا خلاف اسلام و ایمان ہے۔

حقیقت امر یہ ہے کہ اس سلسلہ میں دو موضوعات زیر بحث آسکتے ہیں۔ پہلا موضوع یہ ہے کہ غیر خدا سے مراد کیا ہے؟ اور دوسرا موضوع یہ ہے کہ ولی بنانے سے مراد کیا ہے؟

جہاں تک پہلے موضوع کا تعلق ہے اس کے بارے میں قابل توجہ یہ ہے کہ قرآن مجید نے ایسے مقامات پر "مِنْ دُوْنِ اللہِ" کا لفظ استعمال کیا ہے اور کھلی ہوئی بات ہے کہ غیر خدا اور ہوتا ہے اور "من دون اللہ" اور ہوتا ہے، مغالطہ کا منشاء یہ ہے کہ لفظ "غیر خدا" کے دو معنی ہیں۔ خدا کا غیر اور خدا کے علاوہ۔ اردو زبان میں ان دونوں الفاظ میں زمین و آسمان کا فرق ہے اور عربی محاورات میں بھی غیر اللہ اور من دون اللہ میں ایسا ہی فرق پایا جاتا ہے۔ اس بنیاد پر "مِنْ دون اللہ" کو ولی بنانا ناجائز بھی ہوگا تو غیر خدا کا ولی بنانا ناجائز نہیں ہو سکتا۔

کفار و مشرکین کی تردید و تنبیہ اس بات پر ہے کہ وہ خدا کو چھوڑ کر دوسروں کو ولی اور سرپرست بناتے تھے اور صاحبانِ ایمان خدا کے اقرار کے ساتھ ولایت کا اقرار کرتے ہیں لہٰذا ان کا قیاس کفار و مشرکین پر نہیں کیا جاسکتا ہے۔

دوسری بات یہ بھی ہے کہ قرآن مجید نے ولی بنانے سے روکا ہے اور یہاں مسئلہ ولی بنانے کا نہیں ہے، ولی تسلیم کرنے کا ہے۔ بنانے والا تو خدا ہی ہے جس نے ولی بنا دیا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں متعدد مقامات پر غیر خدا کی ولایت کا ذکر کیا گیا ہے لیکن خدا کو چھوڑ کر نہیں، بلکہ خدا کی دی ہوئی صلاحیت اور حیثیت کے پیش نظر۔

خود پیغمبر اسلامؐ نے ولی کے لیے دعا کی ہے۔ جناب زکریاؑ نے ولی کی دعا کی ہے۔ مومنین آپس میں ایک دوسرے کے ولی ہیں۔ متقین اولیاء خدا ہیں اور اس کے علاوہ ایسے متعدد مقامات ہیں جہاں مختلف معانی کے اعتبار سے غیر خدا کی ولایت کا اعلان کیا گیا ہے اور اس تصور کی نفی کی گئی ہے کہ غیر خدا ولی نہیں ہوسکتا ہے۔

انبیاء کرامؑ کا خدائے کریم سے ولی طلب کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ غیر خدا "من جانب اللہ" ولی ہوسکتا ہے۔ "من دون اللہ" ولی نہیں ہوسکتا ہے۔ برادران اسلام نے اس مقام پر شدید دھوکا کھایا ہے اور بدعت کے چکر میں پڑ کر من جانب اللہ اور من دون اللہ کے فرق کو نظر انداز کر دیا ہے اور اولیاء خدا کی ولایت کے انکار کو بھی اسلام کا جزو بنا لیا ہے حالانکہ اسلام ولایت کے اقرار کا نام ہے ولایت کے انکار کا نام نہیں ہے۔

خود رب العالمین نے قرآن مجید میں اپنے رسول اور صاحبانِ ایمان کے ولی ہونے کا ذکر کیا ہے۔ تو کیا اس کے بعد بھی ولایت کو صرف خدا کی ذات تک محدود کیا جاسکتا ہے اور نام خدا پر کلام خدا کا انکار کیا جاسکتا ہے۔

سوال صرف یہ رہ جاتا ہے کہ رسولؐ کے ساتھ جسے ولی بنایا گیا ہے۔ وہ کون ہے؟

علماء اسلام کے بے شمار اقوال اس امر پر متفق ہیں کہ "آیت ولایت" میں "الذین آمنوا" سے مراد مولائے کائنات کی ذات گرامی ہے اور اس میں انھیں کی ولایت کا اعلان کیا گیا ہے جیسا کہ حسب ذیل حضرات محدثین و مفسرین نے اپنی تحریروں میں اظہار و اعتراف فرمایا ہے۔

۱۔ علامہ شیخ محب الدین طبری صاحب ذخائر العقبیٰ ص ۸۸
۲۔ علامہ سید شہاب الدین اندلسی صاحب روح المعانی ج ۶ ص ۱۴۹
۳۔ علامہ ابو عبداللہ محمد بن یوسف بن حیان اندلسی صاحب المحیط ج ۳ ص ۵۱۳
۴۔ علامہ شیخ محمد بن علی قاضی شوکانی صاحب فتح القدیر ج ۲ ص ۵۰
۵۔ ابن کثیر شامی صاحب تفسیر معروف ۴ ص ۷۱
۶۔ علامہ محدث علی ابن احمد نیشاپوری صاحب اسباب النزول ص ۱۴۸
۷۔ علامہ جلال الدین سیوطی صاحب لباب المنقول ص ۹۰
۸۔ علامہ سبط بن جوزی صاحب تذکرۂ خواص الامۃ ص ۱۸
۹۔ علامہ محمد مومن بن الحسن الشبلنجی نور الابصار ص ۱۰۵
۱۰۔ علامہ گنجی شافعی صاحب کفایت الطالب ص ۱۰۶
۱۱۔ علامہ بیضاوی صاحب انوار التنزیل ص ۱۳۰
۱۲۔ علامہ طبری صاحب تفسیر معروف ۶ ص ۱۶۵
۱۳۔ الشیخ علامہ علاء الدین الخطیب البغدادی صاحب تفسیر مشہور ج ۱ ص ۴۷۵
۱۴۔ علامہ نسفی صاحب تفسیر خازن ج ۱ ص ۴۸۴
۱۵۔ علامہ شیخ سلیمان القندوزی صاحب ینابیع المودۃ ج ۱ ص ۱۱۴
۱۶۔ علامہ جار اللہ زمخشری صاحب کشاف ج ۱ ص ۳۴۷
۱۷۔ حافظ ابن حجر عسقلانی صاحب الکاف الشاف ص ۵۶
۱۸۔ علامہ فخر الدین الرازی صاحب تفسیر معروف ج ۱۲ ص ۲۶
۱۹۔ السید رشید رضا صاحب تفسیر المنار ج ۶ ص ۴۴۲
۲۰۔ علامہ نظام الدین نیشاپوری صاحب تفسیر معروف ج ۶ ص ۱۴۵
۲۱۔ علامہ محدث اسماعیل بن کثیر الدمشقی صاحب تفسیر معروف ج ۲ ص ۷۱
۲۲۔ علامہ ابوبکر احمد بن علی الرازی صاحب کتاب احکام القرآن ج ۲ ص ۵۴۲
۲۳۔ علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد الانصاری القرطبی صاحب کتاب الجامع

لاحکام القرآن، ج ۲، ص ۲۲۱

۲۴۔ علامہ جلال الدین السیوطی صاحب تفسیر در منشور ج ۲ ص ۲۹۳

۲۵۔ میر محمد صالح ترمذی حنفی صاحب کتاب مناقب مرتضوی ص ۷

ان تمام اعترافات کے بعد ولایت علیؑ کا انکار دراصل اسلام اور قرآن کا انکار ہے اور عالم اسلام مساجد میں اس کا اعلان کرے یا نہ کرے منزل ایمان میں اس کا اقرار کرنا اسلام و ایمان کا فرض ہے جسے نظر انداز نہیں کیا جاسکتا ہے۔

مَنْ کُنْتُ مَوْلاہُ فَھٰذا عَلِیٌّ مَوْلاہُ

مختلف روایات اور تواریخ کی بنا پر ۹۰ ہزار سے سوا لاکھ تک کا مجمع تھا جس میں مرسل اعظمؐ نے پالان شتر کا منبر بنوا کر کڑی دھوپ میں سر میدان قافلہ کو روک کر منبر پر بلند ہو کر حضرت علیؑ کو اپنے ہاتھوں پر بلند کرکے یہ اعلان فرمایا تھا کہ "جس کا میں مولا ہوں اس کا یہ علیؑ مولا ہے"۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ اس ارشاد گرامی کے سوا لاکھ راوی تو بروقت موجود تھے جنھوں نے واپس آکر یہ واقعہ ضرور بیان کیا ہوگا۔

مسافر کی عام فطرت یہ ہے کہ وہ سفر میں پیش آنے والے ہر انوکھے واقعہ کا ذکر ضرور کرتا ہے، اور سفر حج کے ساتھ تو یہ خصوصیت آج تک باقی ہے کہ جو مکہ سے آتا ہے لوگ اسے گھیر لیتے ہیں اور تفاصیل سفر دریافت کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ خود حاجی صاحب کا بھی مزاج یہی ہوتا ہے کہ اپنے سفر کے جملہ خصوصیات سے لوگوں کو باخبر کریں۔ جب کہ آج کل کے زمانے میں ساری دنیا سے دس بیس لاکھ افراد ہر سال حج کے لیے جاتے ہیں اور سب ہی واقعات بیان کرتے ہیں۔ ریڈیو سے حالات نشر کیے جاتے ہیں، ٹی وی پر پروگرام دکھائے جاتے ہیں اور حاجی صاحب کی واپسی سے پہلے ہی شہر والے اکثر حالات سے باخبر ہو جاتے ہیں۔ لیکن اس کے بعد بھی حاجی صاحب کو بیان کرنے اور دوستوں کو ان کی زبانی سننے کا اشتیاق ضرور رہتا ہے تو جب سرکار دو عالمؐ اپنے اصحاب مخلصین کے ساتھ آخری حج کے لیے تشریف لے گئے ہوں گے اور قدم قدم پر بیان احکام کے امکانات رہے ہوں گے اور قافلہ خلاف معمول تین دن کی تاخیر سے اپنے اپنے وطن پہونچا ہوگا، اور تاخیر کا سبب بھی کڑی دھوپ میں، چٹیل میدان میں ایک جلسۂ عام ہوگا تو کون ایسا ہوگا جسے اپنے گھر، محلہ، گاؤں اور شہر میں اس واقعہ کو بیان کرنے کا شوق نہ ہوگا اور کون ہوگا جو واپسی کی تاریخ میں تین دن کی تاخیر کا سبب نہ دریافت کرے گا۔ حد یہ ہے کہ جس کو اس اعلان سے اختلاف

بھی رہا ہوگا اس نے بھی واقعہ کو ضرور بیان کیا ہوگا کہ بلا سبب ایک غیر ضروری اعلان کے لیے چٹیل میدان میں روک لیا گیا، یا اپنے خاندان کو مسلط کرنے کے لیے ہمیں گرمی میں پریشان کیا گیا، یا بھائی کی محبت میں مسلمانوں کی زحمت کا خیال نہیں کیا گیا، یا یا یا . . . . غرض کہ کوئی بھی تاویل اور توجیہ کی جائے اور کسی طرح کے غم و غصّہ کا اظہار کیا جائے لیکن واقعہ کا بیان کرنا ناگزیر ہے اور اس طرح مرسل اعظمؐ کی مکمل حیات میں کسی روایت کو اتنے راوی نہ ملے ہوں گے جتنے راوی حدیث غدیر کو مل گئے تھے۔ یہ اور بات ہے کہ جملہ حاجی صاحبان کو یہ شرف حاصل نہیں ہوا کہ ان کا نام راویوں کی فہرست میں درج ہو جاتا کہ ان کا بیان بھی سلسلہ بہ سلسلہ نقل کیا جاتا۔ یا ان کی شخصیت کو اس قدر اہمیت دی جاتی کہ انھیں بھی حدیث کے راویوں میں شمار کر لیا جایا۔ لیکن تاہم واقعہ کو اس قدر راویوں کا مل جانا اس کے تواتر و تیقن اور قطعیت کے لیے کافی سے زیادہ ہے۔ جملہ غزوات پیغمبرؐ میں اتنا مجمع دیکھنے میں نہیں آیا جتنا غدیر میں تھا لیکن ان کے تفصیلات زبان زد خواص و عوام ہیں تو اس جلسہ کا تذکرہ کیوں کر عالم آشکار نہ ہوگا اور یہی وجہ ہے کہ علماء اسلام نے اپنی کتابوں میں اس اعلان کو نقل کیا ہے۔ صحابۂ کرام نے بیان کیا ہے اور مؤلفین و مصنفین نے اپنی کتابوں کی زینت بنایا ہے۔ یہ افسوس ناک بات ہے کہ جن کو اپنی کتاب کو کلام باری کے بعد کا درجہ دینا تھا ان کی مصلحت نے ایسی اہم حدیث کو نقل نہ ہونے دیا اور یہ خود لفظ مولیٰ کے معنی کے تعین کا بہترین قرینہ ہے جب کہ روایت ان کے شرائط کی بنا پر بھی صحیح اور قابل وثوق و اعتبار تھی۔

اس مقام پر صرف چند کتابوں کا حوالہ درج کیا جاتا ہے جن میں اس روایت کا اندراج ہوا ہے اور جن کے مؤلفین و مصنفین نے اس حدیث کے تواتر و اعتبار کا اعتراف کیا ہے۔ تفصیلات کے لیے عبقات الانوار اور الغدیر کا مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔

تواتر حدیث کے معترفین

۱۔ علامہ شیخ جلال الدین سیوطی صاحب کتاب الازھار المتناثرۃ فی الاحادیث المتواترۃ۔

۲۔ علامہ جزری صاحب کتاب اسنیٰ المطالب۔

۳۔ علامہ جمال الدین نیشاپوری صاحب کتاب اربعین۔

۴۔ صاحب کتاب شرح الجامع الصغیر (السراج المنیر)۔

۵۔ علامہ الشیخ ضیاء الدین صالح بن مہدی صاحب کتاب الابحاث المسددہ۔

۶۔ علامہ ابن کثیر شامی درحالات محمد بن جریر طبری (طبقات شافعیہ)۔

۷۔ علامہ محمد ابن اسماعیل بن صلاح الدین صاحب کتاب التحفۃ الندیہ۔

۸۔ میرزا مخدوم بن میر عبدالباقی صاحب کتاب نواقض الروافض۔

۹۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی صاحب کتاب السیف المسلول۔

۱۰۔ شمس الدین ترکمانی ذہبی۔

۱۱۔ علامہ ابو القاسم عبداللہ بن عبداللہ الحسکانی صاحب کتاب "دعاۃ الہداۃ الیٰ اداء حق الموالاۃ"۔

۱۲۔ ابوسعید بن ناصر سجستانی صاحب کتاب "درایۃ حدیث الولایۃ"۔

۱۳۔ مولوی محمد مبین فرنگی محلی صاحب کتاب وسیلۃ النجاۃ۔

اس کے علاوہ بے شمار کتابوں میں 'حدیث' اس کے اسناد اور رواۃ کا تفصیلی تذکرہ موجود ہے۔ علامہ ابو العباس احمد بن محمد بن عقدہ کی کتاب الولایۃ میں تو حدیث کو صحابہ کی ایک بڑی جماعت سے نقل کیا گیا ہے جیسا کہ علامہ ابن طاؤس نے کتاب الطرائف میں درج کیا ہے اور جس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

راویانِ حدیث غدیر

حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، عبداللہ بن عثمان، عثمانؓ بن عفان، حضرت علیؑ، طلحہ بن عبیداللہ، زبیر بن العوام، عبدالرحمان بن عوف، سعید بن مالک، عباس بن عبدالمطلب، امام حسنؑ بن علیؑ، امام حسینؑ بن علیؑ، عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن جعفر، عبداللہ بن مسعود، عمار بن یاسر، ابوذر، سلمان فارسی، اسعد بن زرارہ، خزیمہ بن ثابت، ابوایوب بن [illegible] الدین زید انصاری، عثمان بن حنیف، سہل بن حنیف، حذیفہ یمانی، عبداللہ بن عمر، براء بن عازب، رفاعہ بن رافع، ابولیلیٰ

انصاری، ابو قدامہ انصاری، سہل بن سعد، عدی بن حاتم، ثابت بن یزید، مالک بن الحویرث، حبشی بن جنادہ، ضمیرہ بن الاسدی، عبید بن عاذب انصاری، عبداللہ بن ابی اوفیٰ، زید بن شراحیل، ابو حمرا خادم رسول اللہ، ابو فضالہ انصاری، عامر بن لیلیٰ غفاری، عامر بن واثلہ، عبدالرحمان بن عبدالرب انصاری، سعد بن جنادہ عوفی، عامر بن عمیر العمیری، عبداللہ بن یاعیل، حبہ بن جوین، عقبہ بن عامر، ابو ذریب الشاعر، ابو شریح خزاعی، سمرہ بن جندب، سلمہ بن الاکوع، زید بن ثابت، کعب بن بحر، ابو الہیثم بن التیہان، ہاشم بن عتبہ بن ابی وقاص، المقداد بن عمر الکندی، عمر ابی سلمہ، عبداللہ ابن اسید، عوان بن حصین، بریدہ بن حصیب، جلبہ بن عمر، ابو ہریرہ، ابو البرزہ اسلمی، ابو سعید خدری، جابر بن عبداللہ انصاری، جریر بن عبداللہ، زید بن ارقم، ابو رافع، ابو عمرہ بن محصن، انس بن مالک، ناجیہ بن عمرو الخزاعی، ابو زینب بن عوف، لیلیٰ بن مرہ، سعد بن عبادہ، حذیفہ بن اسید، ابو سریحہ غفاری، عمرو بن الحمق انصاری، عبدالرحمٰن بن نعیم دیلمی، عطیہ بن بشر، حسان بن ثابت، جابر بن سمرہ، عبداللہ بن ثابت، ابو جحیفہ، وہب بن عبداللہ، ابو امامہ انصاری، عامر بن لیلیٰ بن حمزہ، جندب بن سفیان، امامہ بن زید، وحشی بن حرب، قیس بن ثابت، عبدالرحمٰن بن مدلج، حبیب بن بدیل بن ورقا الخزاعی۔ فاطمہؑ بنت رسولؐ، عائشہ بنت ابی بکر، ام سلمہؓ، ام ہانی، فاطمہ بنت حمزہؓ، اسمار بنت عمیس۔

خطبۂ غدیر

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ساری تعریف اس اللہ کے لیے ہے جو اپنی یکتائی میں بلند اور اپنی انفرادی شان کے باوجود قریب ہے۔ وہ سلطنت کے اعتبار سے جلیل اور ارکان کے اعتبار سے عظیم ہے۔ وہ اپنی منزل پر رہ کر بھی اپنے علم سے ہر شے کا احاطہ کیے ہوئے ہے اور اپنی قدرت اور اپنے برہان کی بنا پر تمام مخلوقات کو قبضہ میں رکھے ہوئے ہے ہمیشہ سے بزرگ ہے اور ہمیشہ قابل حمد رہے گا۔ بلندیوں کا پیدا کرنے والا، فرش زمین کا بچھانے والا، آسمان و زمین پر اختیار رکھنے والا بے نیاز، پاکیزہ صفات، ملائکہ اور روح کا پروردگار، تمام مخلوقات پر فضل وکرم کرنے والا اور تمام ایجادات پر مہربانی کرنے والا ہے وہ ہر آنکھ کو دیکھتا ہے اگرچہ کوئی آنکھ اسے نہیں دیکھتی، وہ صاحب حلم وکرم ہے، اس کی رحمت ہر شے کے لیے وسیع اور اس کی نعمت کا احسان ہر شے پر قائم ہے۔ انتقام میں جلدی نہیں کرتا اور مستحقین عذاب کو عذاب دینے میں عجلت سے کام نہیں لیتا، مخفی امور کو جانتا ہے اور چیزوں سے باخبر ہے، پوشیدہ چیزیں اس پر مخفی نہیں رہتیں، اور مخفی امور اس پر مشتبہ نہیں ہوتے، وہ ہر شے پر محیط اور ہر چیز پر غالب ہے، اس کی قوت ہر شے میں اور اس کی قدرت ہر چیز پر ہے، وہ بے مثل ہے اور شے کو شے بنانے والا ہے، ہمیشہ رہنے والا، انصاف کرنے والا ہے، اس کے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے، وہ عزیز و حکیم ہے، نگاہوں کی رسائی سے بالاتر ہے اور ہر نگاہ کو اپنی نظر میں رکھتا ہے کہ وہ لطیف بھی ہے اور خبیر بھی۔ کوئی شخص اس کے وصف کو پا نہیں سکتا اور کوئی اس کے ظاہر و باطن کا ادراک نہیں کر سکتا۔ مگر اتنا ہی جتنا اس نے

خود بتا دیا ہے، میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ ایسا خدا ہے جس کی پاکیزگی زمانہ پر محیط اور جس کا نور ابدی ہے۔ اس کا حکم نافذ ہے۔ نہ اس کا کوئی مشیر ہے نہ وزیر۔ نہ کوئی اس کا شریک ہے اور نہ اس کی تدبیر میں کوئی فرق ہے، جو کچھ بنایا وہ بغیر کسی نمونہ کے بنایا اور جسے بھی خلق کیا بغیر کسی کی اعانت یا فکر و نظر کی زحمت کے بنایا۔ جسے بنایا وہ بن گیا اور جسے خلق کیا وہ خلق ہو گیا۔ وہ خدا ہے لاشریک ہے جس کی صفت محکم اور جس کا سلوک بہترین ہے۔

وہ ایسا عادل ہے جو ظلم نہیں کرتا اور ایسا بزرگ و برتر ہے کہ ہر شے اس کی قدرت کے سامنے متواضع اور ہر چیز اس کی ہیبت کے سامنے خاضع ہے وہ تمام ملکوں کا مالک، تمام آسمانوں کا خالق، شمس و قمر پر اختیار رکھنے والا، ہر ایک کو ایک معین مدت کے لیے چلانے والا، دن کو رات اور رات کو دن پر حاوی کرنے والا، ظالموں کی کمر توڑنے والا، شیطانوں کو ہلاک کرنے والا ہے۔ نہ اس کی کوئی ضد ہے نہ مثل۔ وہ یکتا ہے بے نیاز ہے، نہ اس کا کوئی باپ ہے نہ بیٹا، نہ ہمسر۔ وہ خدائے واحد اور رب مجید ہے، جو چاہتا ہے کر گزرتا ہے جو ارادہ کرتا ہے پورا کر دیتا ہے۔ جاننے والا، خیر کا احصار کرنے والا، موت و حیات کا مالک، فقر و غنا کا صاحب اختیار، ہنسانے والا، رلانے والا، قریب کرنے والا، دور ہٹا دینے والا، عطا کرنے والا، روک لینے والا ہے۔ ملک اسی کے اختیار میں ہے اور حمد اسی کے لیے زیبا ہے اور اسی کے قبضہ میں ہے۔ وہ ہر شے پر قادر ہے۔ رات کو دن اور دن کو رات میں داخل کر دیتا ہے۔ اس عزیز و غفار کے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے، وہ دعاؤں کا قبول کرنے والا، عطاؤں کو بکثرت دینے والا، سانسوں کا شمار کرنے والا اور انسان و جنات کا پروردگار ہے، اس کے لیے کوئی شے مشتبہ نہیں ہے۔ وہ فریادیوں کی فریاد سے پریشان نہیں ہوتا ہے اور اسے گڑگڑانے والوں کا اصرار خستہ حال نہیں کرتا ہے، نیک کرداروں کا بچانے والا، طالبان فلاح کو توفیق دینے والا اور عالمین کا مولا و حاکم ہے۔ اس کا حق ہر مخلوق پر یہ ہے کہ راحت و تکلیف اور نرم و گرم میں اس کی حمد و ثنا کرے اور اس کی نعمتوں کا شکریہ ادا کرے۔ میں اس پر اور اس کے ملائکہ، اس کے رسولوں اور اس کی کتابوں پر ایمان رکھتا ہوں، اس کے حکم کو سنتا ہوں اور اطاعت کرتا ہوں، اس کی مرضی کی طرف سبقت کرتا ہوں اور اس کے فیصلہ کے سامنے

سراپا تسلیم ہوں اس لیے کہ اس کی اطاعت میرا فرض ہے اور اس کے عتاب کے خوف کی بنا پر کہ نہ کوئی اس کی تدبیر سے بچ سکتا ہے اور نہ کسی کو اس کے ظلم کا خطرہ ہے میں اپنے لیے بندگی اور اس کے لیے ربوبیت کا اقرار کرتا ہوں اور اس کے پیغام وحی کو پہونچانا چاہتا ہوں کہیں ایسا نہ ہو کہ کوتاہی کی شکل میں وہ عذاب نازل ہو جائے جس کا دفع کرنے والا کوئی نہ ہو۔ اس خدائے وحدہٗ لاشریک نے مجھے بتایا کہ اگر میں نے اس پیغام کو نہ پہونچایا تو اس کی رسالت کی تبلیغ نہیں کی اور اس نے میرے لیے حفاظت کی ضمانت لی ہے۔ اس خدائے کریم نے یہ حکم دیا ہے کہ، اے رسول! جو حکم تمہاری طرف علیؑ کے بارے میں نازل کیا گیا ہے، اسے پہونچا دو، اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو رسالت کی تبلیغ نہیں کی اور اللہ تمہیں لوگوں کے شر سے محفوظ رکھے گا۔

ایھا الناس! میں نے حکم کی تعمیل میں کوئی کوتاہی نہیں کی اور میں اس آیت کا سبب واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ جبرئیل بار بار میرے پاس یہ حکم پروردگار لے کر نازل ہوئے کہ میں اسی مقام پر ٹھہر کر ہر سفید و سیاہ کو یہ اطلاع دے دوں کہ علیؑ بن ابی طالب میرے بھائی، وصی، جانشین اور میرے بعد امام ہیں۔ ان کی منزل میرے لیے ویسی ہی ہے جیسے موسیٰ کے لیے ہارون کی تھی۔ فرق صرف یہ ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا، وہ اللہ و رسول کے بعد تمہارے حاکم ہیں اور اس کا اعلان خدا نے اپنی کتاب میں کیا ہے کہ، بس تمہارا ولی اللہ ہے اور اس کا رسول اور وہ صاحبانِ ایمان جو نماز قائم کرتے ہیں اور حالت رکوع میں زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔

علیؑ ابن ابی طالب نے نماز قائم کی ہے اور حالت رکوع میں زکوٰۃ دی ہے، وہ ہر حال میں رضائے الٰہی کے طلب گار ہیں۔ میں نے جبرئیل کے ذریعہ یہ گذارش کی کہ اس وقت تمہارے سامنے اس پیغام کو پہونچانے سے معذور رکھا جائے اس لیے کہ متقین کی قلت ہے اور منافقین کی کثرت، فساد کرنے والے، بدعمل اور اسلام کا مذاق اڑانے والے منافقین کی مکاری کا بھی خطرہ ہے، جن کے بارے میں خدا نے صاف کہہ دیا ہے کہ "یہ اپنی زبانوں سے وہ کہتے ہیں جو ان کے دل میں نہیں ہے، اور یہ اسے معمولی بات سمجھتے ہیں حالانکہ پیش پروردگار یہ بہت بڑی بات ہے۔" ان لوگوں نے بارہا مجھے اذیت پہونچائی ہے یہاں تک کہ مجھے "کاہن" کہنے لگے ہیں۔ اور ان کا خیال تھا کہ میں ایسا ہی ہوں

اسی لیے خدا نے آیت نازل کی کہ کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو نبی کو اذیت دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ تو فقط کان ہیں، تو پیغمبر کہہ دیجیے کہ اگر ایسا ہے تو تمھارے حق میں یہی خیر ہے، ورنہ میں چاہوں تو ایک ایک کا نام بھی بتا سکتا ہوں اور اس کی طرف اشارہ بھی کر سکتا ہوں اور لوگوں کے لیے نشان دہی بھی کر سکتا ہوں۔ لیکن میں ان معاملات میں کرم اور بزرگی سے کام لیتا ہوں۔ لیکن ان تمام باتوں کے باوجود مرضیٔ خدا یہی ہے کہ میں اس حکم کی تبلیغ کر دوں۔ لہذا لوگو! ہوشیار رہو کہ اللہ نے علیؑ کو تمھارا ولی اور امام بنا دیا ہے اور ان کی اطاعت کو تمام مہاجرین، انصار اور ان کے تابعین اور ہر شہری، دیہاتی، عجمی، عربی، آزاد، غلام، صغیر، کبیر، سیاہ، سفید پر واجب کر دیا ہے۔ ہر توحید پرست کے لیے ان کا حکم جاری، ان کا امر نافذ اور ان کا قول قابلِ اطاعت ہے، ان کا مخالف ملعون اور ان کا پیرو مستحق رحمت ہے۔ جو ان کی تصدیق کرے گا اور ان کی بات سُن کر اطاعت کرے گا اللہ اس کے گناہوں کو بخش دے گا۔

ایہا الناس! یہ اس مقام پر میرا آخری قیام ہے لہذا میری بات سنو، اور اطاعت کرو اور اپنے پروردگار کے حکم کو تسلیم کرو۔ اللہ تمھارا رب، ولی اور پروردگار ہے اور اس کے بعد اس کا رسول محمدؐ تمھارا حاکم ہے جو آج تم سے خطاب کر رہا ہے۔ اس کے بعد علیؑ تمھارا ولی اور بحکم خدا تمھارا امام ہے۔ اس کے بعد امامت میری ذریت اور اس کی اولاد میں تا روز قیامت باقی رہے گی۔

حلال وہی ہے جس کو اللہ نے حلال کیا ہے اور حرام وہی ہے جس کو اللہ نے حرام کیا ہے۔ یہ سب اللہ نے مجھے بتایا تھا اور میں نے سارے علم کو علیؑ کے حوالہ کر دیا۔

ایہا الناس! کوئی علم ایسا نہیں ہے جو اللہ نے مجھے عطا نہ کیا ہو، اور جو کچھ خدا نے مجھے عطا کیا تھا سب میں نے علیؑ کے حوالہ کر دیا۔ یہ امام المتقین بھی ہے اور امام المبین بھی ہے۔

ایہا الناس! علیؑ سے بھٹک نہ جانا، ان سے بیزار نہ ہو جانا اور ان کی ولایت کا انکار نہ کر دینا کہ وہی حق کی طرف ہدایت کرنے والے، حق پر عمل کرنے والے، باطل کو فنا کر دینے والے اور اس سے روکنے والے ہیں، انھیں اس راہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہیں ہوتی۔ وہ سب سے پہلے اللہ و رسولؐ پر ایمان لائے اور اپنے جی جان سے رسولؐ

پر قربان تھے ہمیشہ خدا کے رسولؐ کے ساتھ رہے جب کہ رسولؐ کے علاوہ کوئی عبادت خدا کرنے والا نہ تھا۔ ایہا الناس! انھیں افضل قرار دو کہ انھیں اللہ نے فضیلت دی ہے اور انھیں قبول کرو کہ انھیں اللہ نے امام بنایا ہے۔ ایہا الناس! وہ اللہ کی طرف سے امام ہیں، اور جو ان کی ولایت کا انکار کرے گا نہ اس کی توبہ قبول ہوگی اور نہ اس کی بخشش کا کوئی امکان ہے بلکہ اللہ کا حق ہے کہ وہ اس امر پر مخالفت کرنے والے پر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بدترین عذاب نازل کرے۔ لہٰذا تم ان کی مخالفت سے بچو کہیں ایسا نہ ہو کہ اس جہنم میں داخل ہو جاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں اور جس کو کفار کے لیے مہیا کیا گیا ہے۔

ایہا الناس! خدا گواہ ہے کہ سابق کے تمام انبیاء و مرسلین کو میری بشارت دی گئی ہے اور میں خاتم الانبیاء والمرسلین اور زمین و آسمان کی تمام مخلوقات کے لیے حجت پروردگار ہوں۔ جو اس بات میں شک کرے گا وہ گذشتہ جاہلیت جیسا کافر ہو جائے گا۔ اور جس نے میری کسی ایک بات میں بھی شک کیا اس نے گویا تمام باتوں کو مشکوک قرار دیا اور اس کا انجام جہنم ہے۔

ایہا الناس! اللہ نے جو مجھے یہ فضیلت عطا کی ہے یہ اس کا کرم اور احسان ہے۔ اس کے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے اور وہ ہمیشہ تا ابد اور ہر حال میں میری حمد کا حق دار ہے۔

ایہا الناس! علیؑ کی فضیلت کا اقرار کرو کہ وہ میرے بعد ہر مرد و زن سے افضل و برتر ہے۔ اللہ نے ہمارے ہی ذریعہ رزق کو نازل کیا ہے اور مخلوقات کو باقی رکھا ہے۔ جو میری اس بات کو رد کر دے وہ ملعون ہے ملعون ہے اور مغضوب ہے مغضوب ہے۔ جبریل نے مجھے یہ خبر دی ہے کہ پروردگار کا ارشاد ہے کہ جو علیؑ سے دشمنی کرے گا اور انھیں اپنا حاکم تسلیم نہ کرے گا اس پر میری لعنت اور میرا غضب ہے۔ لہٰذا ہر شخص کو یہ دیکھنا چاہیے کہ اس نے کل کے لیے کیا مہیا کیا ہے۔ اس کی مخالفت کرتے وقت اللہ سے ڈرو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ قدم راہ حق سے پھسل جائیں اور اللہ تمھارے تمام اعمال سے باخبر ہے۔

ایہا الناس! علیؑ وہ جَنبُ اللہ ہے جس کے بارے میں قرآن میں یہ کہا گیا ہے کہ ظالمین افسوس کریں گے کہ انھوں نے جنب اللہ کے بارے میں کوتاہی کی ہے۔

ایہا الناس! قرآن میں فکر کرو، اس کی آیات کو سمجھو، محکمات کو نگاہ میں رکھو اور

متشابہات کے پیچھے نہ پڑو۔ خدا کی قسم قرآن مجید کے احکام اور اس کی تفسیر کو اس کے علاوہ کوئی واضح نہ کر سکے گا۔ جس کا ہاتھ میرے ہاتھ میں ہے اور جس کا بازو تھام کر میں نے بلند کیا ہے اور جس کے بارے میں میں یہ بتا رہا ہوں کہ جس کا میں مولا ہوں اس کا یہ علیؑ مولا ہے۔ یہ علیؑ ابن ابی طالب میرا بھائی بھی ہے اور وصی بھی۔ اس کی محبت کا حکم اللہ کی طرف سے ہے جو مجھ پر نازل ہوا ہے۔

ایہا الناس! علیؑ اور میری اولاد طیبین ثقل اصغر ہیں اور قرآن ثقل اکبر ہے ان میں ہر ایک دوسرے کی خبر دیتا ہے اور اس سے جدا نہ ہوگا یہاں تک کہ دونوں حوض کوثر پر وارد ہوں۔ یہ میری اولاد مخلوقات میں احکام خدا کے امین اور زمین میں ملک خدا کے حکام ہیں۔ آگاہ ہو جاؤ میں نے تبلیغ کر دی میں نے پیغام کو پہنچا دیا۔ میں نے بات سنا دی۔ میں نے حق کو واضح کر دیا۔ آگاہ ہو جاؤ کہ جو اللہ نے کہا وہ میں نے دہرا دیا۔ پھر آگاہ ہو جاؤ کہ امیر المومنین میرے اس بھائی کے علاوہ کوئی نہیں ہے اور اس کے علاوہ یہ منصب کسی کے لیے سزاوار نہیں ہے۔

(اس کے بعد علیؑ کو اپنے ہاتھوں پر اتنا بلند کیا کہ ان کے قدم رسولؐ کے گھٹنوں کے برابر ہو گئے۔ اور فرمایا)

ایہا الناس! یہ علیؑ میرا بھائی اور وصی اور میرے علم کا مخزن اور امت پر میرا خلیفہ ہے۔ یہ خدا کی طرف دعوت دینے والا، اس کی مرضی کے مطابق عمل کرنے والا، اس کے دشمنوں سے جہاد کرنے والا، اس کی اطاعت پر ساتھ دینے والا، اس کی معصیت سے روکنے والا، اس کے رسولؐ کا جانشین اور مومنین کا امیر، امام اور ہادی ہے اور بیعت شکن، ظالم اور خارجی افراد سے جہاد کرنے والا ہے۔ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں وہ حکم خدا سے کہہ رہا ہوں میری کوئی بات بدل نہیں سکتی ہے۔ خدایا علیؑ کے دوست کو دوست رکھنا اور علیؑ کے دشمن کو دشمن قرار دینا، ان کے منکر پر لعنت کرنا اور ان کے حق کا انکار کرنے والے پر غضب نازل کرنا۔ پروردگارا! تو نے یہ وحی کی تھی کہ امامت علیؑ کے لیے ہے اور تیرے حکم سے میں نے انھیں مقرر کیا ہے۔ جس کے بعد تو نے دین کو کامل کر دیا، نعمت کو تمام کر دیا اور اسلام کو پسندیدہ دین قرار دے دیا اور یہ اعلان کر دیا کہ جو اسلام کے علاوہ کوئی اور دین تلاش کرے گا وہ دین قبول نہ کیا جائے گا اور وہ شخص آخرت میں خسارہ والوں میں ہوگا ـــ پروردگارا! میں تجھے گواہ قرار دیتا ہوں کہ میں نے تیرے حکم کی تبلیغ کر دی۔

ایہا الناس! اللہ نے دین کی تکمیل علیؑ کی امامت سے کی ہے۔ لہذا جو علیؑ اور ان کے صلب سے آنے والی میری اولاد کی امامت کا اقرار نہ کرے گا۔ اس کے اعمال برباد ہو جائیں گے وہ جہنم میں ہمیشہ ہمیشہ رہے گا۔ ایسے لوگوں کے عذاب میں کوئی تخفیف نہ ہوگی اور نہ ان پر نگاہ رحمت کی جائے گی۔

ایہا الناس! یہ علیؑ ہے تم میں سب سے زیادہ میری مدد کرنے والا، مجھ سے قریب تر اور میری نگاہ میں عزیز تر ہے۔ اللہ اور میں دونوں اس سے راضی ہیں۔ قرآن مجید میں جو بھی رضا کی آیت ہے وہ اسی کے بارے میں ہے اور جہاں بھی یا ایہا الذین آمنوا کہا گیا ہے اس کا پہلا مخاطب یہی ہے۔ ہر آیت مدح اسی کے بارے میں ہے۔ ھل اتیٰ میں جنت کی شہادت اسی کے حق میں دی گئی ہے اور یہ سورہ اس کے علاوہ کسی غیر کی مدح میں نہیں نازل ہوا ہے۔

ایہا الناس! یہ دین خدا کا مددگار، رسولؐ خدا سے دفاع کرنے والا، متقی، پاکیزہ صفت، ہادی اور مہدی ہے۔ تمہارا نبی بہترین نبی اور اس کا وصی بہترین وصی ہے اور اس کی اولاد بہترین اوصیاء ہیں۔

ایہا الناس! ہر نبی کی ذریت اس کے صلب سے ہوتی ہے اور میری ذریت علیؑ کی صلب سے ہے۔

ایہا الناس! ابلیس آدمؑ کے مسئلہ میں حسد کا شکار ہوا۔ لہذا خبردار! تم علیؑ سے حسد نہ کرنا کہ تمہارے اعمال برباد ہو جائیں اور تمہارے قدموں میں لغزش پیدا ہو جائے۔ آدم صفی اللہ ہونے کے باوجود ایک ترک اولیٰ پر زمین میں بھیج دیئے گئے تو تم کیا ہو اور تمہاری کیا حقیقت ہے۔ تم میں تو دشمنان خدا بھی پائے جاتے ہیں۔ یاد رکھو علیؑ کا دشمن صرف شقی ہوگا اور علیؑ کا دوست صرف تقی ہوگا۔ اس پر ایمان رکھنے والا صرف مومن مخلص ہی ہو سکتا ہے اور انھیں کے بارے میں سورۂ عصر نازل ہوا ہے۔

ایھا الناس! میں نے خدا کو گواہ بنا کر اپنے پیغام کو پہونچا دیا اور رسول کی ذمہ داری اس سے زیادہ کچھ نہیں ہے۔

ایھا الناس! اللہ سے ڈرو، جو ڈرنے کا حق ہے۔ اور خبردار! اس وقت تک دنیا سے نہ جانا جب تک اس کے اطاعت گذار نہ ہو جاؤ۔

ایھا الناس! اللہ، اس کے رسولؐ اور اس نور پر ایمان لاؤ جو اس کے ساتھ نازل کیا گیا ہے۔ قبل اس کے کہ خدا اچھے چہروں کو بگاڑ دے اور انھیں پُشت کی طرف پھیر دے۔

ایھا الناس! نور کی پہلی منزل میں ہوں۔ میرے بعد علیؑ اور ان کے بعد ان کی نسل ہے اور یہ سلسلہ اس مہدی قائم تک برقرار رہے گا جو اللہ کا حق اور ہمارا حق حاصل کرے گا! اس لیے کہ اللہ نے ہم کو تمام مقصرین، معاندین، مخالفین، خائنین، آثمین اور ظالمین کے مقابلہ میں اپنی حجت قرار دیا ہے۔

ایھا الناس! میں تمھیں باخبر کرنا چاہتا ہوں کہ میں تمھارے لیے اللہ کا نمائندہ ہوں جس سے پہلے بہت سے رسول گزر چکے ہیں۔ تو کیا میں مر جاؤں یا قتل ہو جاؤں تو تم اپنے پُرانے دین پر پلٹ جاؤ گے ؟ تو یاد رکھو جو پلٹ جائے گا وہ اللہ کا کوئی نقصان نہیں کرے گا اور اللہ شکر کرنے والوں کو جزا دینے والا ہے۔

آگاہ ہو جاؤ کہ علیؑ کے صبر و شکر کی تعریف کی گئی ہے اور ان کے بعد میری اولاد کو صابر و شاکر قرار دیا گیا ہے جو ان کے صلب سے ہے۔

ایھا الناس! اللہ پر اپنے اسلام کا احسان نہ رکھو کہ وہ تم سے ناراض ہو جائے اور تم پر اس کی طرف سے عذاب نازل ہو جائے کہ وہ مسلسل تم کو نگاہ میں رکھے ہوئے ہے۔

ایھا الناس! عنقریب میرے بعد ایسے راہنما پیدا ہوں گے جو جہنم کی دعوت دیں گے اور روز قیامت کوئی ان کا مددگار نہ ہوگا۔ اللہ اور میں دونوں ان لوگوں سے بری اور بیزار ہیں۔

ایھا الناس! یہ لوگ اور ان کے اتباع و انصار سب جہنم کے پست ترین درجے میں ہوں گے اور یہ متکبر لوگوں کا بدترین ٹھکانا ہے۔ آگاہ ہو جاؤ کہ یہ لوگ اصحاب صحیفہ ہیں لہٰذا ان کے صحیفہ پر تمھیں نگاہ رکھنی چاہیے۔ لوگوں کی قلیل جماعت کے علاوہ سب صحیفہ کی بات بھول چکے

ہیں۔ آگاہ ہو جاؤ کہ میں امامت کو امانت اور قیامت تک کے لیے اپنی اولاد میں وراثت قرار دے کر جا رہا ہوں اور مجھے جس امر کی تبلیغ کا حکم دیا گیا تھا میں نے اس کی تبلیغ کر دی ہے تاکہ ہر حاضر و غائب، موجود و غیر موجود، مولود و غیر مولود سب پر حجت تمام ہو جائے۔ اب حاضر کا فریضہ ہے کہ یہ پیغام غائب تک پہنچائے اور ہر باپ کا فریضہ ہے کہ قیامت تک اس پیغام کو اپنی اولاد کے حوالے کرتا رہے اور عنقریب لوگ اس کو غصبی ملکیت بنالیں گے۔ خدا غاصبین پر لعنت کرے۔ قیامت میں تمام حقیقتیں کھُل کر سامنے آجائیں گی اور آگ کے شعلے برسائے جائیں گے جب کوئی کسی کی مدد کرنے والا نہ ہوگا۔

ایھا الناس! اللہ تم کو انھیں حالات میں نہ چھوڑے گا جب تک خبیث اور طیب کو الگ الگ نہ کردے اور اللہ تم کو غیب پر باخبر کرنے والا نہیں ہے۔

ایھا الناس! کوئی قریہ ایسا نہیں ہے جسے اللہ اس کی تکذیب کی بنا پر ہلاک نہ کردے وہ اسی طرح ظالم بستیوں کو ہلاک کرتا رہا ہے۔ علیؑ تمھارے امام اور حاکم ہیں یہ اللہ کا وعدہ ہے اور اللہ صادق الوعد ہے۔

ایھا الناس! تم سے پہلے بہت سے لوگ گمراہ ہو چکے ہیں اور اللہ ہی نے ان لوگوں کو ہلاک کیا ہے اور وہی بعد کے ظالموں کو ہلاک کرنے والا ہے۔

ایھا الناس! اللہ نے امر و نہی کی مجھے ہدایت کی ہے اور میں نے اسے علیؑ کے حوالہ کر دیا ہے وہ امر و نہی الٰہی سے باخبر ہیں۔ ان کے امر کی اطاعت کرو تاکہ سلامتی پاؤ، ان کی پیروی کرو تاکہ ہدایت پاؤ۔ ان کے روکنے پر رُک جاؤ تاکہ راہ راست پر آ جاؤ۔ ان کی مرضی پر چلو اور مختلف راستوں پر منتشر نہ ہو جاؤ۔ میں وہ صراط مستقیم ہوں جس کے اتباع کا خدا نے حکم دیا ہے۔ پھر میرے بعد علیؑ ہیں اور ان کے بعد میری اولاد جو اُن کے صلب سے ہے۔ یہ سب وہ امام ہیں جو حق کے ساتھ ہدایت کرتے ہیں اور حق کے ساتھ انصاف کرتے ہیں۔ الحمد للہ رب العالمین

(سورۂ حمد کی تلاوت کرنے کے بعد آپ نے فرمایا) یہ سورہ میرے اور میری اولاد کے بارے میں نازل ہوا ہے، اس میں اولاد کے لیے عمومیت بھی ہے اور اولاد کے ساتھ خصوصیت بھی ہے۔ یہی میری اولاد وہ اولیا ہیں جن کے لیے نہ کوئی خوف ہے اور نہ کوئی حزن! یہ حزب اللہ

ہیں جو ہمیشہ غالب رہنے والے ہیں۔ آگاہ ہوجاؤ کہ دشمنانِ علیؑ ہی اہلِ تفرقہ، اہلِ تعدی اور برادران شیطان ہیں جن میں ایک دوسرے کی طرف مہمل باتوں کے خفیہ اشارے کرتا رہتا ہے۔ آگاہ ہوجاؤ کہ ان کے دوست ہی مومنین برحق ہیں جن کا ذکر پروردگار نے اپنی کتاب میں کیا ہے۔ "تم کسی ایسی قوم کو جو اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتی ہو نہ دیکھو گے کہ وہ اللہ اور رسول کے دشمنوں سے محبت رکھیں۔۔۔" آگاہ ہوجاؤ کہ ان کے دوست ہی وہ افراد ہیں جن کی توصیف پروردگار نے اس انداز سے کی ہے۔ "جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے اپنے ایمان کو ظلم سے آلودہ نہیں کیا انھیں کے لیے امن ہے اور وہی ہدایت یافتہ ہیں"۔ آگاہ ہوجاؤ کہ ان کے دوست ہی وہ ہیں جو جنت میں امن و سکون کے ساتھ داخل ہوں گے اور ملائکہ سلام کے ساتھ یہ کہہ کے ان کا استقبال کریں گے کہ تم طیب و طاہر ہو، لہٰذا جنت میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے داخل ہوجاؤ۔"

آگاہ ہوجاؤ کہ ان کے دوست ہی وہ ہیں جن کے بارے میں ارشادِ الٰہی ہے کہ "یہ جنّت میں بغیر حساب داخل ہوں گے۔"

آگاہ ہوجاؤ کہ ان کے دشمن ہی وہ ہیں جو جہنم میں تپائے جائیں گے اور جہنم کی آواز اس عالم میں سُنیں گے کہ اس کے شعلے بھڑک رہے ہوں گے اور ہر داخل ہونے والا گروہ دوسرے گروہ پر لعنت کرے گا۔

آگاہ ہوجاؤ کہ ان کے دشمن ہی وہ ہیں جن کے بارے میں پروردگار کا فرمان ہے کہ جب کوئی گروہ داخل جہنم ہوگا تو جہنم کے خازن سوال کریں گے کیا تمھارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تھا؟

آگاہ ہوجاؤ کہ ان کے دوست ہی وہ ہیں جو اللہ سے ازغیب ڈرتے ہیں اور انھیں کے لیے مغفرت اور اجرِ عظیم ہے۔

ایہا الناس! دیکھو جنت و جہنم میں کتنا بڑا فاصلہ ہے۔ ہمارا دشمن وہ ہے جس کی اللہ نے مذمّت کی ہے، اس پر لعنت کی ہے اور ہمارا دوست وہ ہے جس کو اللہ دوست رکھتا ہے اور اس کی تعریف کی ہے۔

ایہا الناس! آگاہ ہوجاؤ کہ میں ڈرانے والا ہوں اور علیؑ ہادی ہیں۔ ایہا الناس! میں نبی ہوں اور علیؑ میرے وصی ہیں۔ یاد رکھو کہ آخری امام ہمارا ہی قائم مہدیؑ ہے، وہی ادیان پر غالب آنے والا اور ظالموں سے انتقام لینے والا ہے، وہی قلعوں کا فتح کرنے والا اور ان کا منہدم کرنے والا ہے۔ وہی مشرکین کے ہر گروہ کا قاتل اور اولیاء اللہ کے ہر خون کا انتقام لینے والا ہے، وہی دین خدا کا مددگار اور ولایت کے عمیق سمندر سے سیراب کرنے والا ہے۔ وہی ہر صاحب فضل پر اس کے فضل اور ہر جاہل پر اس کی جہالت کا نشان لگانے والا ہے۔

آگاہ ہوجاؤ کہ وہی اللہ کا منتخب اور پسندیدہ ہے۔ وہی ہر علم کا وارث اور اس پر احاطہ رکھنے والا ہے، وہی پروردگار کی طرف سے خبر دینے والا اور امر ایمانی کی تنبیہ کرنے والا ہے، وہی رشید اور صراط مستقیم پر چلنے والا ہے، اسی کو اللہ نے اپنا قانون سپرد کیا ہے اور اسی کی بشارت دورِ سابق میں دی گئی ہے، وہی حجت باقی ہے اور اس کے بعد کوئی حجت نہیں ہے۔ ہر حق اس کے ساتھ ہے اور ہر نور اس کے پاس ہے۔ اس پر غالب آنے والا کوئی نہیں ہے۔ وہ زمین پر خدا کا حاکم، مخلوقات میں اس کی طرف سے حَکَم اور خفیہ اور علانیہ ہر مسئلہ میں اس کا امین ہے۔

ایہا الناس! میں نے سب بیان کر دیا اور سمجھا دیا، اب میرے بعد یہ علیؑ تمھیں سمجھائیں گے۔ آگاہ ہوجاؤ! کہ میں تمھیں خطبہ کے اختتام پر اس بات کی دعوت دیتا ہوں کہ پہلے میرے ہاتھ پر ان کی بیعت کا اقرار کرو، اس کے بعد ان کے ہاتھ پر بیعت کرو۔ میں نے اللہ کے ہاتھ اپنا نفس بیچا ہے اور علیؑ نے میری بیعت کی ہے اور میں تم سے علیؑ کی بیعت لے رہا ہوں۔ جو اس بیعت کو توڑ دے گا وہ اپنا ہی نقصان کرے گا۔

ایہا الناس! یہ حج اور عمرہ، اور یہ صفا و مروہ سب شعائر اللہ ہیں، لہٰذا حج اور عمرہ کرنے والے کا فرض ہے کہ وہ صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرے۔

ایہا الناس! خانۂ خدا کا حج کرو، جو لوگ یہاں آجاتے ہیں وہ بے نیاز ہوجاتے ہیں، اور جو اس سے الگ ہوجاتے ہیں وہ محتاج ہوجاتے ہیں۔

ایہا الناس! کوئی مومن کسی موقف میں وقوف نہیں کرتا مگر یہ کہ خدا اس وقت تک

کے گناہ معاف کر دیتا ہے۔ لہٰذا حج کے بعد سے ازسرنو نیک اعمال کا سلسلہ شروع کرنا چاہیے۔

ایھا الناس! حجاج خدا کی طرف سے محل امداد ہیں اور ان کے اخراجات کا اس کی طرف سے معاوضہ دیا جاتا ہے، اور اللہ کسی کے اجر کو ضائع نہیں کرتا ہے۔

ایھا الناس! پورے دین اور معرفت احکام کے ساتھ حج بیت اللہ کرو، اور جب وہاں سے واپس ہو تو مکمل توبہ اور ترک گناہ کے ساتھ۔

ایھا الناس! نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو جس طرح کہ اللہ نے تمھیں حکم دیا ہے۔ اگر وقت زیادہ گزر گیا ہے اور تم نے کوتاہی و نسیان سے کام لیا ہے تو علیؑ تمھارے ولی اور تمھارے لیے وہ احکام کے بیان کرنے والے ہیں جن کو اللہ نے میرے بعد معین کیا ہے اور میرا جانشین بنایا ہے وہ تمھارے ہر سوال کا جواب دیں گے اور جو کچھ تم نہیں جانتے ہو سب بیان کر دیں گے۔ آگاہ ہو جاؤ کہ حلال و حرام اتنے زیادہ ہیں کہ سب کا احصار اور بیان ممکن نہیں ہے۔ لہٰذا میں تمام حلال و حرام کی امر و نہی اس مقام پر یہ کہہ کر بیان کیے دیتا ہوں کہ میں تم سے علیؑ کی بیعت لے لوں اور تم سے یہ عہد لے لوں کہ جو پیغام علیؑ اور ان کے بعد کے ائمہ کے بارے میں خدا کی طرف سے لایا ہوں، تم ان سب کا اقرار کر لو۔

"کہ یہ سب مجھ سے ہیں اور ان میں ایک امت قیام کرنے والی ہے جن میں سے مہدیؑ بھی ہے جو قیامت تک حق کے ساتھ فیصلہ کرتا رہے گا۔"

ایھا الناس! میں نے جس جس حلال کی رہنمائی کی ہے اور جس جس حرام سے روکا ہے کسی سے نہ رجوع کیا ہے اور نہ ان میں کوئی تبدیلی کی ہے۔ لہٰذا تم اسے یاد رکھو اور محفوظ کر لو، ایک دوسرے کو نصیحت کرتے رہو اور کسی طرح کی تبدیلی نہ کرنا۔ آگاہ ہو جاؤ کہ میں پھر دوبارہ کہہ رہا ہوں کہ نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو، نیکیوں کا حکم دو، برائیوں سے روکو، اور یہ یاد رکھو کہ امر بالمعروف کی اصل یہ ہے کہ میری بات کی تہ تک پہونچ جاؤ، اور جو لوگ نہیں ہیں ان تک پہونچاؤ اور اس کے قبول کرنے کا حکم دو اور اس کی مخالفت سے منع کرو۔ اس لیے کہ یہی اللہ کا حکم ہے اور یہی میرا حکم بھی ہے اور امام معصوم کو چھوڑ کر نہ کوئی واقعی امر بالمعروف ہو سکتا ہے اور نہ نہی عن المنکر۔

ایھا الناس! قرآن نے بھی تمھیں سمجھایا ہے کہ علیؑ کے بعد امام ان کی اولاد ہے اور میں نے بھی سمجھایا ہے یہ سب میرے اور علیؑ کے اجزا ہیں جیسا کہ پروردگار نے فرمایا ہے کہ اللہ نے انھیں اولاد میں کلمہ باقیہ قرار دے دیا ہے۔ اور میں نے بھی کہا کہ جب تک تم قرآن اور عترت سے متمسک رہو گے گمراہ نہ ہو گے۔

ایھا الناس! تقویٰ اختیار کرو تقویٰ۔ قیامت سے ڈرو کہ اس کا زلزلہ بڑی عظیم شے ہے۔ موت، حساب، میزان، اللہ کی بارگاہ کا محاسبہ، ثواب اور عذاب سب کو یاد کرو کہ وہاں نیکیوں پر ثواب ملتا ہے اور برائی کرنے والے کا جنت میں کوئی حصہ نہیں ہے۔

ایھا الناس! تم اتنے زیادہ ہو کہ ایک ایک میرے ہاتھ پر ہاتھ مار کر بیعت نہیں کر سکتے ہو۔ لہٰذا اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمھاری زبان سے علیؑ کے امیرالمومنین ہونے اور ان کے بعد کے ائمہ جو ان کے صلب سے میری ذرّیت ہیں سب کی امامت کا اقرار لے لوں، لہٰذا تم سب مل کر کہو ہم سب آپ کی بات کے سننے والے، اطاعت کرنے والے، راضی رہنے والے اور علیؑ اور اولاد علیؑ کے بارے میں جو پروردگار کا پیغام پہونچایا ہے اس کے سامنے سر تسلیم خم کرنے والے ہیں۔ ہم اس بات پر اپنے دل، اپنی روح، اپنی زبان اور اپنے ہاتھوں سے بیعت کر رہے ہیں، اسی پر زندہ رہیں گے، اسی پر مریں گے اور اسی پر دوبارہ اٹھیں گے۔ نہ کوئی تغیر و تبدیلی کریں گے اور نہ کسی شک و ریب میں مبتلا ہوں گے، نہ عہد سے پلٹیں گے نہ میثاق کو توڑیں گے۔ اللہ کی اطاعت کریں گے۔ آپ کی اطاعت کریں گے اور علیؑ امیرالمومنین اور ان کی اولاد ائمہؑ جو آپ کی ذرّیت میں ہیں ان کی اطاعت کریں گے۔ جن میں سے حسنؑ و حسینؑ کی منزلت کو اور ان کے مرتبہ کو اپنی اور خدا کی بارگاہ میں تمھیں دکھلا دیا ہے اور یہ پیغام پہونچا دیا ہے کہ یہ دونوں جوانان جنّت کے سردار ہیں اور اپنے باپ علیؑ کے بعد امام ہیں اور میں علیؑ سے پہلے ان دونوں کا باپ ہوں۔ اب تم لوگ یہ کہو کہ ہم نے اس بات پر اللہ کی اطاعت کی، آپ کی اطاعت کی، اور علیؑ، حسنؑ، حسینؑ اور ائمہ جن کا آپ نے ذکر کیا ہے اور جن کے بارے میں ہم سے عہد لیا ہے سب کی دل و جان سے اور دست و زبان سے بیعت کی ہے۔ ہم اس کا کوئی بدل پسند نہیں کریں گے، اور نہ اس میں کوئی تبدیلی کریں گے۔ اللہ ہمارا گواہ ہے اور وہی گواہی کے لیے کافی ہے اور آپ